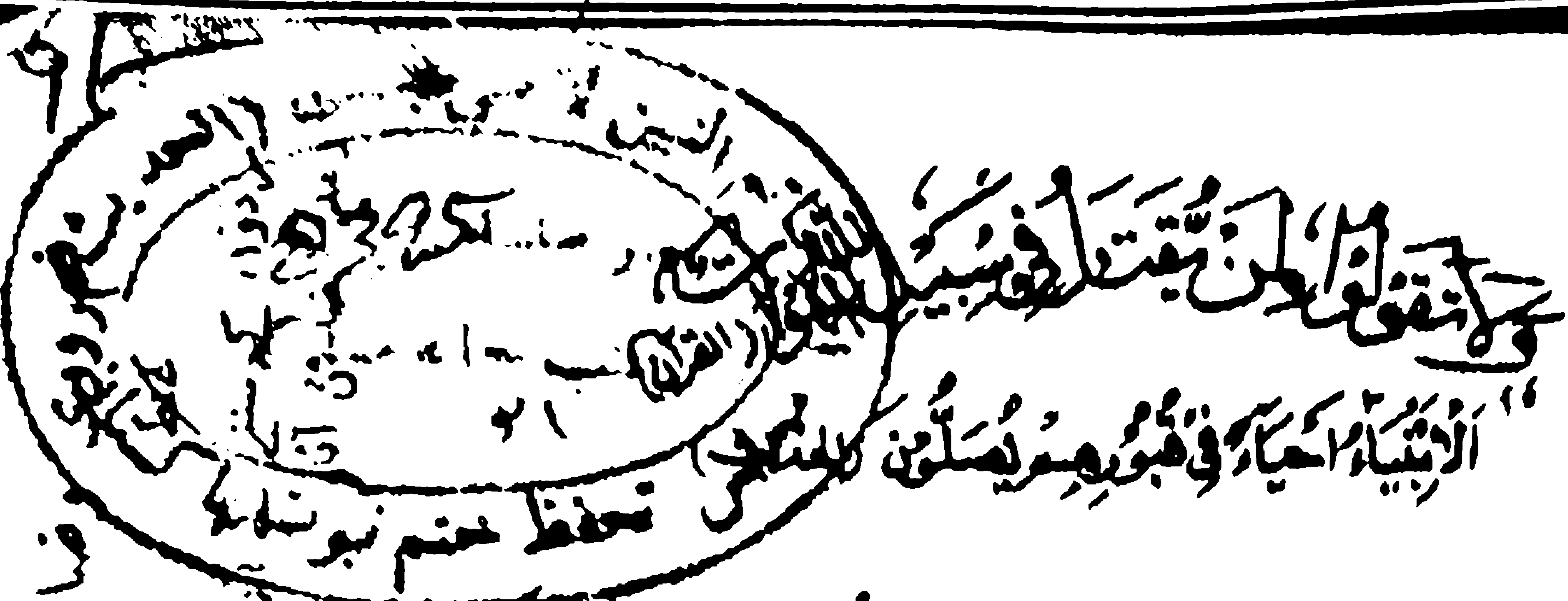
وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

اَلْمَسْلَكُ الْمَنْصُوْر
فی ردّ
الکتاب المسطور

تالیف: شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ
جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ



دی اُس نے جان عشق میں توحید کے لیے ۔۔۔ مُردوں کو تُو نے زندۂ جاوید کر دیا

المسلک المنصور

فی ردّ

الکتاب المسطور

حصّہ اوّل

لیکن الصدور میں اُمّت مسلمہ کے اتفاقی و اجماعی عقیدہ کو صریح اور مضبوط دلائل سے اُجاگر کیا گیا ہے کہ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ اور یہ حیات گو اس دُنیا میں رہنے والوں کے ادراک و شعور اور حس سے بالاتر اور وَلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ میں داخل مگر ہے اُن اجساد مطہرہ کے بواسطہ ارواح طیبہ کے تعلق سے جو دُنیا میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھے اور اسی حیات کے آثار میں سے ہے کہ عند القبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلام سُنتے اور اُس کا جواب دیتے ہیں لیکن جناب نیلوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ قبور میں حیات الانبیاء کا عقیدہ معتزلہ، جہمیہ معطلہ، منافقوں، روافض، قادیانیوں، ہندوؤں اور بریلویوں کا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اس پیش نظر کتاب میں ان کے باطل نظریہ کو باحوالہ نقل کر کے اس کا علمی اور تحقیقی تجزیہ کیا گیا ہے قارئین کرام خود فیصلہ کر لیں۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ۝

ابو الزاہد محمد سرفراز، خطیب جامع مسجد گکھڑ، و صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

ہمارے بزرگ اور مخدوم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے مشہور زمانہ کتاب "تسکین الصدور" لکھی جس کا مولانا محمد حسین نیلوی نے "الکتاب المسطور فی جواب تسکین الصدور المعروف بہ ندائے حق" تحریر فرمائی۔ اس کا جواب حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے "سماع موتیٰ" کے نام سے تحریر فرمایا۔ اس میں سے بعض مباحث کو مزید اجاگر کرنا تھا تو دوسرا جواب "المسلک المنصور فی رد کتاب المسطور" کے نام سے تحریر فرمایا اس مجموعہ میں یہ کتاب "المسلک المنصور فی رد الکتاب المسطور" شامل اشاعت ہے۔ یاد رہے کہ اس عنوان پر مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی چار کتابیں ہیں۔ چاروں یکجا اس مجموعہ میں شامل اشاعت ہیں۔ الحمد للہ حمداً کثیراً (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض حال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

راقم اثیم نے ۱۳۸۷ھ میں اکابر علماء دیوبند کے حکم اور ان کے قیمتی علمی مشوروں سے کتاب ''تسکین الصدور'' تالیف کی تھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس کو پاک وہند کے جید اور مشہور علماء کرام نے بہت ہی پسند فرمایا اور سراہا اور اپنی علمی تصدیقات و تقریظات سے اسے مزین کیا جس سے اہل علم میں بہت سے شکوک و شبہات دور ہو گئے اور اہل السنت والجماعت کا حق اور صحیح مسلک مدلل و مبرہن ہو گیا۔ لیکن محترم جناب نیلوی صاحب نے تعصب، عناد اور ہٹ دھرمی کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر مسلک حق کو بالکل ناحق طور پر روندنے اور کچلنے کے لئے پہلے تو ندائے حق میں اور اب الکتاب المسطور میں ناروا سعی کی ہے۔ اہل علم تو ان کی اس بے جا روش اور مغالطہ آفرینی سے کبھی بھی دھوکہ نہیں کھاتے اور نہ کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ عقل و خرد کی دولت رب تعالیٰ نے اس لئے دی ہے کہ صحیح و سقیم کی پرکھ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عقلاء سے دنیا خالی نہیں ہے۔ لیکن دنیا میں کچھ لوگ ضدی، دھڑے بند اور متعصب بھی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تو خدا تعالیٰ کے معصوم پیغمبر بھی نہیں منوا سکے۔ ہاں! مگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے دلائل و براہین کے لحاظ سے اتمام حجت کر دی گئی ہے۔ ہم نے بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اتمام حجت کے طور پر الکتاب المسطور میں درج شدہ زیادتیوں، خامیوں اور چیرہ دستیوں پر سرسری اور طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے عوام الناس کو آگاہ کیا ہے اور حق و منصور مسلک کے دفاع کا فرض کفایہ ادا کرنے کی حتی المقدور سعی کی ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ جناب نیلوی صاحب اور راقم اثیم کی باتوں کا تقابل کر کے صحیح بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اگر علمی طور پر اس کتاب میں کوئی بات غلط نظر آئے تو بلا جھجک راقم اثیم کو اطلاع دیں۔ ان شاء اللہ العزیز! سمجھ آنے پر غلط بات کی تصحیح میں تامل نہیں کیا جائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ الی یوم الدین۔ آمین!

ابوالزاہد محمد سرفراز

مؤرخہ ۱۰ر رجب ۱۴۰۶ھ بمطابق ۲۲ر مارچ ۱۹۸۶ء

باب اوّل

الحمد للہ الذی قال فی حق الشھداء بل احیاء عند ربھم یرزقون والصلوٰۃ والسلام علی من قال الانبیآء احیاء فی قبورھم یصلون۔ وعلی من تبعہ الی یوم الدین۔

جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''اما بعد بندہ ہیچمدان خادم علوم قرآن محمد حسین النیلوی غفر اللہ لہ والوالدیہ ولاساتذتہ عارض ہے کہ ۱۵ سال کا عرصہ ہو چکا ہے کہ بریلویہ عقیدہ کی تردید میں شفاء الصدور کتاب لکھی تھی۔ پھر امید کے بالکل برعکس بریلوی چپ سادھ ہو گئے، مگر دیوبند دارالعلوم کے فارغ جو قبل ازیں رد بریلویت میں تسلی بخش کام کرتے

رہے ہیں۔یعنی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب نے شفاء الصدور کی تردید میں تسکین الصدور لکھی۔پھر ندائے حق میں حق واضح کیا گیا۔چاہئے تھا کہ مشن ایک ہونے کی وجہ سے خاموش ہو جاتے مگر سماع الموتیٰ اور طبع جدید تسکین الصدور لکھ کر بریلویت کے خشک درخت کو پانی دے دیا جس سے وہ ہرا ہو کر خوب برگ و بار لانے لگ گیا ہے۔"(الکتاب المسطور ج ا ص ۷)اس عبارت سے صاف عیاں ہو گیا کہ بقول جناب نیلوی صاحب انہوں نے شفاء الصدور اور ندائے حق میں بریلویت کی تردید کی ہے اور (ندائے حق طبع اول ص ۱۵۵) میں لکھتے ہیں کہ:"ہم نے شفاء الصدور محض بریلویہ کے رد میں لکھی تھی۔ متقدمین علماء حق کی عبارات درج کر کے خود بریلویہ کے علماء کی عبارات بھی درج کر دی تھیں۔تا کہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور سمجھیں کہ جب قبر عرفی میں ڈھڑ پڑے نہیں سنتے تو ہم قبور پر آ کر پکار کر کیا کریں گے۔"

الجواب: جناب نیلوی صاحب کی یہ عبارات صرف ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور۔ان سے انہوں نے محض سادہ لوح اور حقیقت ناشناس عوام کو خالص اندھیرے میں رکھنے کی بالکل ناروا اور ناکام سعی کی ہے،جس کا اصل حقیقت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔

اوّلاً: تو اس لئے کہ جناب نیلوی صاحب نے بریلویوں کے کسی خاص مسئلہ کی تردید کا کوئی عنوان ہی قائم نہیں کیا اور نہ اس پر کوئی باب ہی باندھا ہے۔کتاب کا نام ہی"شفاء الصدور فی تحقیق علم سماع من فی القبور" ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا سماع موتیٰ کے قائل صرف بریلوی ہی ہیں یا امت کی اکثریت بھی سماع موتیٰ کی قائل ہے؟ حضرات موالک،شوافع اور حنابلہ تقریباً سبھی ہی سماع موتیٰ کے قائل ہیں اور حضرت احناف کا بھی معتدبہ طبقہ سماع موتیٰ کا قائل ہے اور حضرات اکابر دیوبند کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم میں بھی اکثریت سماع موتیٰ کی قائل ہے،جن کے حوالے سے سماع الموتیٰ میں مذکور ہیں۔کیا جناب نیلوی صاحب کے نزدیک یہ سب بریلوی ہیں، جن کی تردید کا بیڑا انہوں نے اٹھایا ہے اور جن کے واضح اور منصور مسلک کے رد کا فرض منصبی وہ اپنے ذمے لئے ہوئے اور اس کے لئے پیچ و تاب کھاتے ہوئے ہیں۔ممکن ہے کہ وہ یہ کہہ دیں ؎

تصور سے کسی کے میں نے کی ہے گفتگو برسوں رہی ہے ایک تصویر خیالی روبرو برسوں

وثانیاً: اس لئے کہ انہوں نے بزعم خویش الباب الاوّل میں قرآن کریم کی آیات کریمات سے اور ان کی تفاسیر میں حضرات مفسرین کرام رحمہم اللہ سے عدم سماع موتیٰ ثابت کیا ہے۔مگر اس میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔ کیونکہ ان میں جس سماع کی نفی ہے وہ سماع نافع ہے نہ کہ مطلق سماع۔کیونکہ مشبّہ (زندہ کافر) اور مشبہ بہ (مردوں) میں وجہ تشبیہ ایک ہی ہوتی ہے اور وہ سماع نافع ہے نہ کہ مطلق سماع۔ورنہ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ زندہ کافر بھی نہیں سنتے۔مزید تفصیل"الشہاب المبین" میں ملاحظہ فرمائیں:"اور الباب الثانی میں احادیث و آثار نقل کر کے ان سے سماع موتیٰ کی نفی کی ہے۔مگر یہاں بھی انہوں نے وہی غلطی کی ہے جو آیات و تفاسیر کے سمجھنے میں کی ہے اور الباب الثالث میں انہوں نے اپنی فہم ناقص سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور ان کے اجماع سکوتی سے عدم سماع کا اثبات کر کے سابق کی طرح ٹھوکر کھائی ہے اور الباب الرابع میں انہوں نے قائلین سماع موتیٰ کے دلائل کے جوابات دینے کی لاحاصل سعی کی ہے اور الباب الخامس کا عنوان ہی یہ ہے۔ملحدین و متبدعین سماع موتیٰ۔" (ص ۱۰۷ طبع اوّل)

الغرض! جناب نیلوی صاحب نے کتاب شفاء الصدور میں اوّل سے لے کر آخر تک اہل حق ہی کی تردید کی ہے نہ کہ بریلویوں کی۔جناب نیلوی صاحب نے عام اموات کے سماع کی نفی سے آگے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام وغیرہ کے سماع کی بھی صاف نفی اور صریح انکار کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''اور جو لوگ عند قبری، عند قبری کا وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں۔ وہ بھی سن لیں کہ تین بند دیواروں میں قبر شریف محفوظ ہے جہاں ہوا کا بھی گزر نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ آواز جاسکے وہ صورت بھی مقصود ہے۔'' (شفاء الصدور ص ۱۰۶ طبع اول)

جناب نیلوی صاحب نے سائنس کے اس ترقی یافتہ دور میں جس میں سات سمندر پار کی خبریں آج لوگ اپنے بند کمروں میں بخوبی سنتے ہیں۔ صحیح حدیث اور تعامل امت سے ثابت شدہ اجماعی واتفاقی مسئلہ (سماع صلوٰۃ وسلام وغیرہ عند القبر) کو اپنے فاسد قیاس سے رد کیا ہے۔ بھلا نص کے (جو یہاں صحیح حدیث ہے) ہوتے ہوئے قیاس اور عقلی ڈھکوسلوں کا کیا کام ہے اور انہیں کون مانتا ہے؟ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۰ طبع جید برقی پریس دہلی)

اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کو بھی یہ بات مسلم ہے۔ کیونکہ روضہ مبارک پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلا واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے اور آپ اس کو سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۱۰)

اور اس مسئلہ پر اس اتفاق واجماع کا اقرار جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بزرگوں کو بھی ہے۔ چنانچہ ماہنامہ تعلیم القرآن میں تصریح موجود ہے کہ: ''باقی رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ماہ ستمبر ۱۶۵۹ء اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں دوسرے فریق (یعنی جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ) کے اس بارے مسلک کی صراحت موجود ہے۔ البتہ اس فریق کے بعض حضرات جن میں سے حضرت مولانا سید عنایت شاہ صاحب بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عند القبر سماع صلوٰۃ وسماع کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الا خرق العادۃ'' (ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء ص ۱۸، ۱۹)

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع میں بجز جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی کے اور کسی کا اختلاف نہیں اور امت مسلمہ میں یہی پہلے بزرگ ہیں جو اپنی رائے، سینہ زوری اور زور بیان سے سماع الصلوٰۃ والسلام عند القبر کے منکر ہیں۔ محترم جناب نیلوی صاحب کا یہ اخلاقی اور علمی فریضہ تھا کہ وہ عام سماع موتیٰ سے انکار کرتے وقت اس مسئلہ کو الگ کر دیتے۔ کیونکہ یہ امت کا اجماعی واتفاقی مسلک ہے۔ مگر انہوں نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وغیرہم سب کے عند القبور سماع کا قطعاً اور کلیۃً انکار کر دیا ہے۔ بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ: ''ان مسئلۃ سماع الموتیٰ واجابتھم ومعرفتھم مختلق للملحدین'' (شفاء الصدور ص ۲۵ طبع اول)

بلاشبہ سماع موتیٰ اور ان کے جواب دینے اور ان کی معرفت کا مسئلہ ملحدین کا گھڑا ہوا ہے۔

اور باب پنجم کا عنوان ہی یہ ہے ملحدین ومتبدعین قائلین سماع موتیٰ۔ (ص ۱۰۷)

ابھی باحوالہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا عند القبور سماع اتفاقی واجماعی مسئلہ ہے اور عام اموات کے سماع کا مسئلہ اختلافی ہے۔ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تاہنوز اس میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ مگر امت کی اکثریت سماع کی قائل ہے اور اس پر احادیث صحیحہ کثیرہ دال ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں کہ: ''ان سماع الموتیٰ ثابت فی الجملۃ بالاحادیث الکثیرۃ

الصحیحة" بے شک فی الجملہ سماع موتی احادیث کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۷۹)

اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب ؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ: "اقول و الاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر و فی حدیث صححه ابو عمر ان احداً اذا سلم علی المیت فانه یرد علیه و یعرفه ان کان یعرفه فی الدنیا (بالمعنی)" (فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۷)

میں کہتا ہوں کہ سماع الموتیٰ کے بارے میں احادیث بلاشبہ درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور ایک حدیث میں ہے جس کی امام ابو عمر ابن عبدالبر (وغیرہ) تصحیح کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی کسی میت کو سلام کہتا ہے تو وہ اسے جواب دیتی اور (آواز سے) پہچانتی ہے اگر دنیا میں ان کا تعارف تھا۔

جناب نیلوی صاحب کا علمی و اخلاقی فرض تھا کہ وہ جس پہلو کو حق اور صحیح سمجھتے تھے، اسے دلائل سے اجاگر کرتے۔ لیکن جمہور امت کو ملحد اور مبتدع تو نہ قرار دیتے اور نہ احادیث صحیحہ متواترہ کا انکار کرتے۔ جب کہ عمومی طور پر احادیث صحیحہ کے انکار کی جرأت غلام احمد پرویز اور دیگر منکرین حدیث کو بھی نہیں ہوئی، وہ بھی بزعم خویش ان احادیث کو اپنے انکار و تاویل کا نشانہ بناتے ہیں جو ان کے نزدیک عقل اور تاریخ و مشاہدہ کے خلاف ہیں۔ باقی احادیث کو وہ بھی تاریخی سرمایہ اور ظنی درجہ میں تسلیم کرتے ہیں۔ جب کہ جناب نیلوی صاحب کا بے باک قلم اپنے غلط کار مشیر کے حکم کی تعمیل میں علم، تحقیق، دیانت اور خدا خوفی کی تمام حدود پھاند گیا ہے۔ مگر ؎

کون کرتا ہے بتوں کے آگے سجدہ زاہد … سر کو دے دے مار کر توڑیں گے بت خانے کو ہم

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ صحیح اور متواتر احادیث کے خلاف احتیاط سے کام لیتے اور ان احادیث کے مطابق عمل کرنے والوں کو جو امت کی اکثریت ہے ملحد اور مبتدع کہنے سے گریز کرتے۔ کیونکہ تواتر کا انکار کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ مستفیض اور متواتر کے بارے حضرت قطب الدین احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ: "اما المستفیض باللفظ فاعنی به الحدیث یرویه عنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ثلاثة من الصحابة ؓ و اکثر و حالهم فی الصدق و التقوی ما قد علم و قد شهد لهم رسول اللہ ﷺ انهم خیر الفرق (القرون) وحث الناس علی تعظیهم و نهاهم عن سبهم فکانت الاحادیث المستفیضة من هذا الوجه متواترا او ملحقاً بالتواتر و هی کثیرة موجودة فی کل باب من ابواب الفقه و السیرة اتفقت صیغ الاراء فیها او اختلفت" (تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص ۲۱۰)

لفظی مشہور حدیث سے میری مراد وہ حدیث ہے جس کو آنحضرت ﷺ سے تین یا زیادہ صحابہ کرام ؓ روایت کریں اور ان کی سچائی اور تقویٰ کا حال تو معلوم ہے اور آنحضرت ﷺ نے ان کے بارے یہ شہادت دی ہے کہ وہ بہترین جماعت میں ہیں اور لوگوں کو ان کی تعظیم پر آمادہ کیا ہے اور ان کو برا کہنے سے منع کیا ہے تو اس لحاظ سے مستفیض حدیثیں مواتر یا تواتر سے ملحق ہوں گی اور یہ فقہ اور سیرت کے ہر باب میں بکثرت موجود ہیں اور اداء کے الفاظ متفق ہوں یا مختلف۔

اور سماع موتیٰ عند القبور کی حدیثیں بھی اسی مد کی ہیں۔ اکابر علماء کا یہ طریقہ تھا اور ہے کہ وہ ان احادیث کو تسلیم کرتے ہوئے حسب فہم اس کی مناسب تاویل کرتے ہیں۔ لیکن فریق ثانی کو ملحد و زندیق اور مبتدع کسی نے نہیں کہا۔ تکفیر سازی کا یہ عہدہ جناب نیلوی صاحب اور ان کے سید سند کو ہی حاصل ہے ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے … جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

اور علامہ طاہر بن صالح بن احمد الجزائری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''والمتواتر یکفر جاحدہ'' (توجیہ النظر الی اصول الاثر ص ۳۶) متواتر کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ تواتر کی قسمیں اور اس کا حکم رئیس المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے (فیصلہ مقدمہ بہاول پور ص ۲۴) میں اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ نے (مقدمۂ فتح الملہم ص ۳، ۴) میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جناب نیلوی صاحب کو بہت ہی زیادہ مناسب اور بے حد ضروری تھا کہ وہ اس میدان میں انتہائی احتیاط سے قدم رکھتے اور قائلین سماع موتیٰ کو ملحد اور مبتدع نہ قرار دیتے۔ کیونکہ ان کے پاس متواتر احادیث ہیں اور امت مسلمہ کی اکثریت ان کے ساتھ ہے اور مشہور ہے کہ ؎

زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو

ثالثاً اس لئے کہ شفاء الصدور میں جن مسائل کو تختہ مشق بنایا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر میں ان کے اجسام عنصریہ سے متعلق نہیں ہے اور وہ عند القبور صلوٰۃ وسلام وغیرہ نہیں سنتے اور استشفاع عند قبور الانبیاء علیہم السلام کو بھی شرک کہا[۱] ہے اور زوردار الفاظ میں سماع موتیٰ کی نفی کی ہے اور جن اکابر علماء ملت نے حیات الانبیاء (علیہم السلام) اور عند القبور صلوٰۃ وسلام کے سماع اور استشفاع عند القبور اور سماع موتیٰ کے سلسلہ میں کتابیں مسائل لکھے ہیں۔ ان کو نام لے لے کر کوسا ہے اور ان کے اقوال کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''یہ سننے اور کلام کرنے کی بابت اکثر سبکی، سیوطی، زرقانی، یافعی، محب الدین طبری، نوری، قاضی عیاض وغیرہ کی ہیں جن میں سے کوئی بھی حنفی مسلک کا نہیں۔''

باقی ملا علی قاری رحمہ اللہ اور ابن عابدین وغیرہ (جو دونوں کٹر حنفی ہیں۔ صفدر) کی عبارتیں ...... تو یہ اقوال حجت نہیں ہیں۔ (ص ۹۶، ۱۰۰) میں لکھتے ہیں کہ: ''ملا علی قاری رحمہ اللہ اپنی کتابوں میں بہت غلطیاں کر جاتے ہیں۔'' اور (ص ۱۰۱) میں لکھتے ہیں کہ: ''پھر قاری صاحب رحمہ اللہ کی ہر بات پر اعتماد کرنا درست نہ ہوا۔ خصوصاً جب کہ وہ سبکی اور سیوطی کی تقلید میں کوئی بات لکھ جائیں۔'' اسی طرح ابن عابدین رحمہ اللہ نے محمد بن عبدالوہاب کے بارہ میں سنی سنائی بات لکھ دی ہے اور (ص ۶۸) میں لکھتے ہیں کہ: ''ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عند القبر سماع ثابت ہے۔'' (محصلہ) جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''یہ قول معتبر نہ سمجھا جائے گا۔'' اور (ص ۳۳) میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا رد کیا ہے اور (ص ۶۶) کے حاشیہ میں علامہ بحر العلوم عبد العلی رحمہ اللہ کی کتاب رسائل الارکان الاربعۃ کی تردید کی ہے اور (ص ۶۰) کے حاشیہ میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا نام لے کر ان کی تردید کی ہے اور (ص ۴۷) میں امام عبد الحق اشبیلی رحمہ اللہ کا رد کیا ہے اور (ص ۱۲) میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تردید کی ہے اور (ص ۹۳) میں لکھتے ہیں کہ جب میں نے حافظ ابن القیم رحمہ اللہ جیسے موحد جید عالم ماحی الشرک، ماحی البدع سے سماع الموتیٰ کا قول دیکھا تو حیران اور متعجب رہ گیا۔ (محصلہ) اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب اکابر علماء امت بریلوی تھے، جن کی تردید کا ٹھیکہ جناب نیلوی صاحب نے لیا ہے؟ جناب نیلوی صاحب آپ ہی انصاف سے کہیں اگر انصاف نامی کوئی چیز آپ کے

---

[۱] چنانچہ لکھتے ہیں: ''اور علماء سو بھی ان کو تعلیم دیتے ہیں کہ اگرچہ دور سے نہیں تو قبر کے اوپر جا کر اگر پکارا جائے اور سفارشیں کروائی جائیں اور درخواستیں بھیجی جائیں تو مردے سنتے جاتے ہیں۔ معاذ اللہ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ تعالیٰ!! ایسے غلط عقائد اور شرکیہ خیالات اور بدعیہ حرکات وسکنات سے بچائے۔ اگر اس قسم کے شرع میں جائز ہوتے تو سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار مبارک پر جا کر کرتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سید الانبیاء علیہم السلام کی قبر مبارک کو ایسے کرتوتوں سے بچا رکھا ہے۔ (شفاء الصدور ص ۱۰۶)

پاس ہے کہ آپ تو ان اکابر کے نام لے لے کر ان کے حق اور صحیح نظریات کی تردید کریں اور راقم اثیم جانتے ہوئے خاموش رہے اور دفاع کا حق اور فرض کفایہ ادا نہ کرے؟ آخر کیوں؟ آپ کس سادگی سے عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ مشن ایک ہونے کی وجہ سے خاموش ہو جاتے۔ جناب نیلوی صاحب ایسا صریح دھوکہ تو نہ دیں آپ نہ تو حنفی ہیں نہ دیوبندی، صرف اپنی نارسا عقل کے پیروکار ہیں۔ آپ کو حنفیت اور دیوبندیت سے کیا واسطہ اور تعلق ہے؟

ہو چکا قطع تعلق تو جفائیں کیوں ہوں جن کو مطلب نہیں رہتا وہ ستاتے بھی نہیں

حیرت وافسوس

اہل علم جانتے ہیں کہ بعض مسائل میں اختلاف بھی ہوتا ہے مگر اختلافی مسائل میں کوئی دوسرے فریق کو مشرک، مبتدع ملحد، علماء سوء اور شریر نہیں کہتا۔ لیکن جناب نیلوی صاحب کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ وہ عام اموات کے سماع اور عدم سماع کے اختلافی مسئلہ سے آگے نکل کر آنحضرت ﷺ کے عند القبر سماع کے اجماعی اور اتفاقی مسئلہ کو اور استشفاع عند القبر کے بین الفقہاء مسلمہ مسئلہ کو تسلیم کرنے والوں کو بھی مشرک، مبتدع، ملحد، علماء، سوء اور شریر کہنے سے بھی نہیں چوکتے۔ سابق حوالوں کے علاوہ مزید ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں کہ: ''یہ امور جو مشہور ہیں یہ شریروں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ صحاح کے مصنفین جو کامل محدث تھے۔ ان چیزوں کو نہیں پیش کرتے، جن کو بیہقی، سبکی اور سیوطی پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کی تصنیفات حدیث میں کم درجہ کی ہیں۔ جیسا کہ اصول حدیث کی کتب کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے۔'' (مصلہ ص ۳۳)

جناب نیلوی صاحب! کیا آپ نے (بخاری ج ا ص ۱۷۸، مسلم ج ۲ ص ۳۸۶) کی صحیح حدیث: ''انہ یسمع قرع نعالھم'' تسلیم کر لی ہے جس پر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے باب ''المیت یسمع خفق النعال'' (بخاری ج ا ص ۱۷۸) باندھا ہے اور کیا آپ نے صحیحین کی یہ روایت: ''ما انتم باسمع لما اقول منھم'' (بخاری ج ۲ ص ۵۶۶، مسلم ج ۲ ص ۳۸۷) مان لی ہے؟ اور کیا آپ نے (ابوداؤد ج ا ص ۲۷۹) کی یہ صحیح حدیث: ''مامن احد یسلّم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتّی ارد علیہ السلام'' قبول کر لی ہے؟ اور کیا آپ نے (ابن ماجہ ص ۱۱۹) کی یہ جید حدیث: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق'' کا اقرار کر لیا ہے؟ جب آپ نے صحاح ستہ کے کامل محدثین کی حدیثیں بھی تسلیم نہیں کیں تو امام بیہقی رحمہ اللہ حافظ سبکی اور علامہ سیوطی کو کوسنے کا ادھار کیوں کھائے بیٹھے ہیں؟ صاف کہہ دیں کہ میں اپنے گمراتی مشن کے خلاف کوئی حدیث ماننے کے لئے تیار نہیں اور آپ نے اپنی جملہ کتابوں میں قولاً وعملاً اس کا ثبوت بھی دیا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ! تمام صحیح حدیثوں میں کیڑے نکالے ہیں اور جمہور شراح حدیث کے صریح حوالوں کے خلاف شاذ اور ادھورے اقوال پر مورچہ بندی کی ہے ۔

ستم کا آشنا تھا کبھی کے دل دکھا گیا کہ شام غم تو کاٹ لی سحر ہوئی چلا گیا

رابعاً: اس لئے کہ جناب نیلوی صاحب کا اصل مقصد تو حضرت فقہاء کرام رحمہم اللہ اور اکابر علماء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کی پرزور تردید ہے۔ بریلویہ کا تو صرف نام استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ مسئلہ استشفاع کے بارے میں لکھتے ہیں: ''بس ہم اب آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ جتنی کتابوں میں یہ مسئلہ قبر پر حضور ﷺ سے دعاء استغفار کا جو معتبر کتب میں لکھا جا چکا ہے وہ سب باغیوں کو لکھا ہوا ہے اور بس۔'' (ندائے حق ص ۳۱۱ طبع اوّل)

قارئین کرام! یہ ہے جناب نیلوی صاحب کے نزدیک معتبر کتابوں کا حشر ہم نے تسکین الصدور میں استشفاع

عند القبر کے متعدد کتب فقہ و مناسک سے حوالے عرض کیے ہیں۔ مثلاً نور الایضاح، طحطاوی، مجمع الانہر، کتاب الاذکار للنووی، لباب المناسک، المسلک المتقسط، المنحۃ الوہبیۃ، شامی، فتح القدیر، وفاء الوفاء، عالمگیری، رسائل الارکان، فتاوٰی عزیزی، زبدۃ المناسک وفتاوٰی رشیدیہ اور تحریرات حدیث وغیرہ لیکن بقول نیلوی صاحب ان سب کتابوں میں باغی گھس گئے ہیں اور اپنی باغیانہ کارروائی کرتے ہوئے ان میں مسئلہ گھسیڑ آئے ہیں۔ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ایسی بڑ تو نشہ کرنے والا کوئی مجذوب ملنگ بھی نہیں مارتا جو جناب نیلوی صاحب نے ماری ہے اور اب طبع جدید میں لکھتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ ایسی ایسی باتیں اکابر کی کتابوں میں درج کرنے کا غیر مذہب والوں نے منصوبہ بنا رکھا تھا کہ آنے والی نسلیں ان اکابر کی کتابوں کو دیکھ کر گمراہ ہوں۔" سبحان اللہ تعالیٰ! (الکتاب المسطور ج ۲ ص ۶)

یہ ہے الشیخ المحقق النیلوی صاحب کی تحقیق انیق جو عجائب گھر میں آویزاں کرنے کے قابل ہے۔ اس تحقیق اور تدقیق کے بعد کسی اسلامی کتاب کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے کہ اس پر اعتبار کیا جا سکے؟ جب مشہور، معتبر، مستند، درسی اور متداول کتابوں کا یہ حال ہے تو پھر اسلامی کتب کے ذخیرہ کا کیا حال ہوگا۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

المهند علی المفند

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ "المہند" کے مرتب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۴۶ھ) صاحب بذل المجہود شرح ابی داؤد ہیں اور اس میں دیگر مسائل کے علاوہ حیات الانبیاء علیہم السلام کا مسئلہ بھی ہے اور اس پر تقریباً چوبیس اکابر علماء دیوبند کے دستخط اور ان کی تصدیقات ہیں۔ چند مختصر سے مسئلے ہیں۔ کوئی لمبی کتاب نہیں ان اکابر میں حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ جناب نیلوی صاحب المہند پر مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ کی تقریظ کا جواب کے عنوان میں لکھتے ہیں۔

"المہند سے استاذ جی رحمہ اللہ کے دستخط کرنا فضول سی بات ہے۔ کیونکہ کسی معتمد علیہ کی تصنیف شدہ کتاب کو تقریظ کرنے والا تقریظ کرتے وقت من اولہ الی آخرہ ایک ایک حرف کر کے کوئی نہیں دیکھتا۔ خصوصاً وہ ہستیاں جن کے سر پر بیسیوں ذمہ داریاں ہوں۔ الی قولہ پھر خود المہند میں ایسی غلطیاں ہیں جن کی نسبت ان جید علماء کی طرف کرنا ان کی توہین ہے۔ پھر اس میں کئی کتابت کی غلطیاں ہیں۔" (الکتاب المسطور جلد اول ص ۴۶۰)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ "المہند" کے صرف چند صفحات ہیں۔ کوئی لمبی چوڑی کتاب نہیں اور یہ نہایت ذمہ دار حضرات کی طرف سے علماء عرب کو جواب میں بھیجی گئی۔ کیا چند صفحات کے لئے بھی آپ کے استاذ جی حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اور دیگر حضرات کے پاس وقت نہ تھا؟ اور رواداری میں گویا سوتے ہوئے اس پر دستخط جڑ دیئے؟ ان ذمہ دار حضرات کی طرف جو علم و عرفان کے خزینے تھے، ایسی غیر ذمہ دارانہ نسبت کا کیا مطلب؟

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

الغرض! اصل مقصد تو جناب نیلوی صاحب کا صرف حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ اور اکابر علماء دیوبند کی تردید ہے۔ بریلویہ کا لفظ تو محض بطور ڈھال اور آڑ کے استعمال کرتے ہیں۔ جناب نیلوی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

"روایت کی تصحیح و تحسین کی بابت سیوطی رحمہ اللہ کا تساہل مشہور ہے (مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ سخاوی رحمہ اللہ وغیرہ تو متساہل نہیں ہیں۔ صفدر) اور زرقانی رحمہ اللہ کا حال بھی کسی عالم سے مخفی نہیں اور سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے انہی کی کتابیں دیکھ کر سند جید فرما دیا۔ مولانا عثمانی رحمہ اللہ کا بھی یہی حال ہے۔" (ندائے حق طبع اول ص ۱۳۹)

اگر ان بزرگوں کا یہ حال ہے تو جناب نیلوی صاحب کس باغ کی مولی ہیں؟

تجھ سے کوئی گلہ نہیں ہے قسمت میں تیری صلہ نہیں ہے

اور نیز جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''یہ نام نہاد بناسپتی دیوبندی دراصل تقیہ کرنے والے بریلوی ہیں۔'' (ایضاً ص ۱۵۶) مزید لکھتے ہیں: ''اگر زمانہ حال کے بناسپتی دیوبندی علماء کہیں کہ صاحب شفاء الصدور نے عربی عبارتوں کا مطلب غلط بیان کیا ہے۔'' (ایضاً ص ۱۵۶) نیز لکھتے ہیں: ''بناسپتی نام نہاد دیوبندیوں سے پوچھو۔'' (ایضاً ص ۱۵۷)

قارئین کرام! انصاف سے فرمائیں کہ کیا یہ بریلویوں کی تردید ہورہی ہے یا دیوبندیوں کی؟ اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ دیوبندی تھے یا بریلوی؟ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ

وہ عرصۂ حمیت دینی کے شہسوار اہل نظر کے واسطے ہیں درّ تابدار

خامساً: اس لئے کہ جناب نیلوی صاحب نے (شفاء الصدور ص ۹۱ طبع اوّل) میں عند القبر آنحضرت ﷺ کے عدم سماع کے ضمن میں مسئلہ علم غیب اور حاضر و ناظر بیان کیا ہے اور (ص ۹۲) کے حاشیہ میں ضمنی طور پر آنحضرت ﷺ کے علم غیب اور حاظر و ناظر سے متصف نہ ہونے اور دور سے سماع کی نفی کی ہے۔ بس ان کی کتاب میں یہی رد بریلویت ہے جو صرف ضمنی ہے۔ باقی تمام کتاب حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ اور اکابر علماء دیوبند کے نام لے لے کر تردید کے لئے وقف ہے۔ لیکن عوام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ کتاب شفاء الصدور تو رد بریلویت کے لئے وقف تھی۔ مگر راستہ میں صفدر سے محاذ آرائی ہوگئی اور مشن ایک ہونے کی وجہ سے اسے خاموش رہنا چاہئے تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ صفدر تو یہی کہے گا کہا ؎

اگر حق ہو تو جھکتا ہے سر ادنیٰ سے اشارے پر جو باطل ہو تو خنجر کے بھی آگے ختم نہیں ہوتا

جناب نیلوی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ: ''ایک میرے پرانے دوست محقق اور مصنف مدرس اور مبلغ ہیں۔ (مراد اس سے راقم اثیم ہے۔ صفدر) سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے مردوں کے نہ سننے پر کوئی دلیل نظر نہیں آئی۔'' (شفاء الصدور طبع اوّل ص ح)

اور راقم کو سچ سچ آج تک عدم سماع کی کوئی قطعی صریح اور صحیح دلیل نہیں ملی اور اہل علم کیا موافق اور کیا مخالف سبھی بخوبی جانتے ہیں کہ راقم اثیم فاضل دیوبند ہے۔ بریلوی نہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ اس دور میں جس طرح بریلویوں کے باطل عقائد اور بدعات کی معقول تردید راقم اثیم نے کی ہے۔ وہ عیاں راچہ بیاں کا مصداق ہے۔

بخلاف جناب نیلوی صاحب کے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں فہم و بصیرت کو جواب دے کر اور تعصب و عناد کے تیز رو گھوڑے پر سوار ہو کر بے جوڑ اور بے ربط حوالے جوڑ جوڑ کر اپنی ناقص فہم سے نتائج اخذ کئے ہیں جو نفس الامر میں اس کا مصداق ہیں کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

انتہائی تعصب

جناب نیلوی صاحب جمہور امت اور حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کو سمعی دلائل سے عاری تصور کرتے ہوئے موج میں آکر لکھتے ہیں: ''سو اگر تو کہے کہ ہم اس مسئلہ کی سمعی دلیل تو نہیں جانتے لیکن ہم بڑے بڑے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے قول پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے اور وہ صرف وہی بات کہتے ہیں جس کو انہوں نے ادلہ سے حاصل کیا ہوتا ہے۔ میں (نیلوی رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ اگرچہ وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ لیکن خطاء اور صدور نسیان ان سے ممکن ہے۔'' (شفاء الصدور ص ۹۷ طبع اوّل)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بڑے بڑے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تو خطا و نسیان کا شکار ہو سکتے ہیں۔ ہاں اگر

معصوم ہیں تو صرف جناب نیلوی صاحب ہی ہیں جو علمی اور تحقیقی میدان میں خالص مجذوب اپنی ناقص و باطل رائے پر بے حد گھمنڈ کرنے والے دعویٰ و دلیل کی مطابقت سمجھنے سے خالص کورے اور عبارات کا صحیح مطلب سمجھنے سے بالکل تہی دست ہیں مشہور ہے کہ ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا نظر آتا رہتا ہے۔ یہی حال جناب نیلوی صاحب کا ہے کہ انہیں اپنی مردود رائے کے خلاف صحیح رائے رکھنے والے سبھی بریلوی، خطا کار اور اصحاب نسیان نظر آتے ہیں۔

تذییل یہ عنوان قائم کر کے جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''آج کل کے اہل بدعت بھی باوجود ادعائے حنفیت چونکہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں، اس لئے انہوں نے بھی ایک شاخسانہ نکالا ہے کہ حضرت امام حنیفہ رحمہ اللہ اور مشائخ حنفیہ بھی سماع کے قائل ہیں۔ یہ ان کی صریح جہالت ہے یا منہ زوری، ورنہ کتب حنفیہ اس کی تصریحات سے پر ہیں۔'' (شفاء الصدور ص ۵۰ طبع اوّل)

اردو دان حضرات لفظ ''بھی'' کا مطلب جانتے ہی ہیں کہ اصل مقصد تو فقہاء کرام رحمہم اللہ اور اکابر علماء دیوبند کی تردید ہے۔ ہاں! آج کل کے اہل بدعت بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔ لہٰذا ضمناً ان کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔ (سماع الموتیٰ ص ۱۸۳) میں ہم نے (العرف الشذی ص ۱۵۳) کے حوالہ سماع موتیٰ کے بارے حضرت امام ابوحنیفہ اور مشائخ حنفیہ کا محقق مذہب عرض کر دیا ہے۔ وہاں ہی ملاحظہ فرمالیں کہ ان کا مسلک کیا ہے؟

لطیفہ: نیلوی صاحب تو لکھتے ہیں کہ شفاء الصدور ہم نے محض بریلویہ کے رد میں لکھی ہے۔ حالانکہ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب وغیرہ کا حوالہ وہ اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''اسی طرح بریلویوں کے مولوی احمد رضا خان نے اپنے ملفوظات حصہ سوم میں لکھا ہے۔ جواب سوال ما نصہ عرض ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انکار سماع موتیٰ سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟ ارشاد نہیں! وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں وہ مردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں۔ مردے کون ہیں؟ جسم! روح مردہ نہیں اور بے شک جسم نہیں سنتا۔ سنتی روح ہے۔ ملفوظات حصہ سوم از مولوی احمد رضا خان بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ وقال صاحب کتاب تحقیق لاریب ص ۱۹۳ جو احادیث یا عبارات کتب نفی سماع کی ہیں وہ جسد پر محمول ہیں۔'' (شفاء الصدور ص ۶۲)

قارئین کرام! نفی سماع موتیٰ کے بارے جو عقیدہ نیلوی صاحب کا ہے کہ سماع میں جسم عنصری کا کوئی تعلق نہیں۔ وہی مولوی احمد رضا خان صاحب کا ہے اب آپ انصاف سے فرمائیں کہ یہ بریلویوں کی تردید ہے یا ان کی تائید؟ جناب نیلوی صاحب کے حواریوں سے گزارش ہے کہ وہ انہیں اپنی سمت درست کرنے کی تلقین کریں اور یہ کہیں ؎

سفینہ لے چلا ہے کس مخالف سمت کو ظالم ذرا ملاح کو سمجھایئے برسات کے دن ہیں

حیرت: قارئین کرام! ضرور اس مغالطہ میں مبتلاء ہوں گے کہ جناب نیلوی صاحب نے قائلین سماع موتیٰ کو جو ملحد اور مبتدع قرار دیا ہے تو ضرور وہ بھی قطعی دلائل سے لیس ہوں گے۔ ورنہ اتنی بڑی جرأت اور جسارت کا ارتکاب کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کا تفصیلی جواب تو آپ حضرات کو تسکین الصدور، سماع الموتیٰ اور الشہاب المبین میں ملے گا اختصاراً ہم یہاں ان کے بعض دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے ان کے مشیر سید و سند جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی نے بھی اور خود جناب نیلوی صاحب نے بھی عدم سماع موتیٰ کا مسئلہ سمجھا اور بعض سے محض کشید کیا ہے۔ اصولی طور پر ان کے دلائل یہ ہیں:

۱...... قرآن کریم کی وہ آیات کریمات جن میں ''من دون اللہ'' کے عدم سماع اور غفلت و بے خبری کا ذکر موجود

ہے۔ مثلاً: ''والذین تدعون من دونہ ما یملکون من قطمیر ان تدعوھم لا یسمعوا دعاکم ولو سمعوا ما استجابو لکم (الآیۃ)'' اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوائے وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے۔ اگر تم ان کو پکارو سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں پہنچیں نہیں تمہارے کام پر (ترجمہ از شیخ الہند رحمہ اللہ) اور مثلاً: ''ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ وھم عن دعآئھم غفلون (الآیۃ)'' اور اس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی۔ (ترجمہ از شیخ الہند رحمہ اللہ) وغیرہما من الآیات ؛ علم سے معمولی رابطہ رکھنے والا طالب علم بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس مضمون کی آیات سے عدم سماع موتی پر استدلال بالکل غلط ہے اور عدم سماع موتی پر ان سے استدلال بالکل سینہ زوری اور محض کشید ہے۔ کیونکہ ''من دونہ'' اور ''من دون اللہ'' کے جملے عام ہیں زندوں اور مردوں سب کو شامل ہیں۔ اگر بقول منکرین سماع موتی ان آیات کریمات سے قبور کے پاس سے سماع موتی کی نفی ثابت ہے تو بولنے والے کے آس پاس کے قریب زندوں کے سماع کی بھی نفی کریں کہ آخر وہ بھی تو ''من دون اللہ'' اور ''من دونہ'' میں داخل ہیں۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ زندے تو ''من دون اللہ'' اور ''من دونہ'' کے افراد اور مصداق ہو کر بھی سماع قریب سے متصف ہوں اور مردوں کے حصہ میں صرف عدم سماع ہی آئے؟ غرضیکہ جس طرح ''من دون اللہ'' اور ''من دونہ'' کا مصداق مردے ہیں۔ اسی طرح زندے بھی ہیں۔ اگر قریب سے زندے سنتے ہیں تو عندالقبور موتی کا سماع بھی ممکن بلکہ واقع ہے، نگاہ ایک ہی پہلو پر نہ ہو۔ دوسرا پہلو بھی پیش نظر رہے۔ مگر ؎

ڈرتا ہوں آسمان سے بجلی نہ گر پڑے — صیاد کی نگاہ سوئے آسماں نہیں

غرضیکہ اس مضمون کی جملہ آیات عدم سماع موتی سے قطعاً غیر متعلق ہیں اور ان سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔

۲...... وہ آیات کریمات جن میں مثلاً: ''انک لا تسمع الموتی (النحل، الروم)'' البتہ تو نہیں سنا سکتا مردوں کو (ترجمہ از شیخ الہند رحمہ اللہ) اور مثلاً: ''ان اللہ یسمع من یشآء وما انت بمسمع من فی القبور (الفاطر)'' اللہ سناتا ہے جس کو چاہے اور تو نہیں سنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو (ترجمہ از شیخ الہند رحمہ اللہ) وغیرہما من الآیات ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی ان سے عدم سماع موتی ہی سمجھا ہے۔ لیکن جمہور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا کہ ان آیات سے عدم سماع موتی ثابت ہے۔ بلکہ وہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک ان آیات سے سماع موتی کی نفی ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وقد خالفھا الجمھور فی ذلک وقبلوا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ الموافقۃ من رواہ غیرہ علیہ'' (فتح ج ۳ ص ۲۷۷) کہ جمہور نے اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو قبول کیا ہے۔ کیونکہ دوسروں کی روایات بھی ان کے موافق ہیں۔

اور حضرت مولانا محمد عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں: ''واما رد عائشۃ رضی اللہ عنہا بعض تلک الاحادیث فلم یعتد بہ جمھور الصحابۃ رضی اللہ عنہم ومن بعدھم واما قولہ تعالٰی فانک لا تسمع الموتی ففیہ نفی الاسماع لا السماع الی قولہ وبالجملۃ لم یدل دلیل قوی علی نفی سماع المیت وادراکہ وفھمہ وتالمہ لا من الکتاب ولا من السنۃ بل السنن الصحیحۃ الصریحۃ دالۃ علی ثبوتھا لہ'' (عمدۃ الرعایۃ ج ۲ ص ۲۵۴)

رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتی کی بعض احادیث کو رد کرنا تو جمہور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے

حضرات نے ان کی اس رائے کا اعتبار نہیں کیا۔ باقی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ البتہ تو نہیں سنا سکتا مردوں کو تو اس سے اسماع کی نفی ہے۔ سماع کی نہیں۔ (پھر فرمایا) اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ کوئی دلیل کتاب وسنت سے مردے کے سماع اور ادراک فہم اور اس کے تکلیف اٹھانے کی نفی پر دال نہیں بلکہ صحیح اور صریح حدیثیں ان امور کے اس کے لئے ثبوت پر دال ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحق حقانی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۳۲ھ) فرماتے ہیں کہ: ''ان آیات میں تو عدم سماع (موتیٰ) کا اشارہ تک بھی نہیں ہے۔ اس لئے ان سے استدلال کرنا بے فائدہ بات ہے۔'' (تفسیر حقانی ج۶ ص۴۱)

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۹۶ھ) فرماتے ہیں کہ ان تینوں آیتوں میں یہ بات قابل نظر ہے کہ ان میں کسی میں یہ نہیں فرمایا کہ: ''مردے نہیں سن سکتے بلکہ تینوں آیتوں میں نفی اس کی کی گئی ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ تینوں میں اس تعبیر وعنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت ہوسکتی ہے۔ مگر ہم با اختیار خود ان کو نہیں سنا سکتے۔'' (تفسیر معارف القرآن ج۶ ص۵۶۰)

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ (جناب نیلوی صاحب) لکھتے ہیں: ''امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے جس کے بارے حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے (روح المعانی ج۱۰ ص۶۷) میں فرمایا: ''والاعتماد علی کلام الراغب في مثل ذلک ارغب عند المحققین'' محققین کے نزدیک ایسے مواقع پر راغب رحمہ اللہ کے کلام پر اعتماد کرنا بہت مرغوب ہے۔'' (الکتاب المسطور ج۱ ص۳)

اس مقام پر موتیٰ سے مردے اور بے جان مراد نہیں لیتے بلکہ زندہ جاہل مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ موت کے معانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''الثالث زوال القوة العاقلة وھی الجھالة نحوا ومن کان میتاً فاحییناہ وایاہ قصد بقولہ انک لاتسمع الموتیٰ'' (المفردات فی غریب القرآن ص۴۹۴)

تیسرا معنی قوت عاقلہ کا زوال ہے اور یہ جہالت ہے جیسا کہ کہا اور وہ شخص جو مردہ (یعنی جاہل) تھا۔ سو ہم نے اسے زندہ کیا (یعنی علم سے نوازا) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول ''انک لاتسمع الموتیٰ'' میں یہی جہالت مراد لی ہے۔

یعنی اس مقام پر الموتیٰ سے مراد زندہ جاہل ہیں جو بات کو نہیں مانتے اور سنی ان سنی ایک کر دیتے ہیں اور باوجود زندہ ہونے کے سمجھنے کی قوت ان میں نہیں ہے۔

الحاصل! بظاہر جن آیات کریمات سے منکرین سماع موتیٰ کا استدلال ہوسکتا تھا، درحقیقت وہ بھی ان کے دعویٰ سے بالکل غیر متعلق ہیں اور ان میں عدم سماع کا اشارہ تک بھی موجود نہیں ہے بلکہ اگر دقیق نظر سے دیکھا جائے تو انہی آیات کریمات سے مردوں میں سننے کی صلاحیت ثابت ہوتی ہے اور بقول حضرت مفتی ان سے واضح اشارہ نکلتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے کیا ہی عجیب بات فرمادی ہے؟

وہ جب کرتا ہے باتیں مجھ سے میں حیران رہتا ہوں ... کہ گویا خوبصورت منہ سے اک تصویر بولے ہے

۳...... قرآن کریم کے بعد احادیث کی باری آتی ہے مگر یقین جانئے کہ صراحۃً سماع موتیٰ کی نفی میں کوئی حدیث موجود نہیں ہے۔ اس کے برعکس سماع موتیٰ کے ثبوت میں احادیث متواترہ موجود ہیں اور حضرات سلف رحمہم اللہ کا اجماع اس پر مستزاد ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) اور حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (المتوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ: ''والسلف مجمعون علی ھذا وقد تواترت الاثار عنھم بان المیت یعرف بزیارة الحی لہ ویستبشر بہ'' (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۴۳۸، کتاب الروح ص۴)

حضرات سلف رحمہم اللہ کا اس پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے منقول ہے کہ زندہ جب مردہ کی زیارت کرتا ہے۔ (اور اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کی آواز سے) اسے پہچانتا ہے اور اس کی آمد سے خوش ہوتا ہے۔

اس سے ثابت اور معلوم ہوا کہ حضرات سلف صالحین رحمہم اللہ میں سماع موتی کا مسئلہ اجماعی تھا۔ عدم سماع موتی کے بارے حدیث کے موجود نہ ہونے کا اقرار جناب نیلوی صاحب کو بھی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''باقی رہا ایک خدشہ کہ ان میں کوئی صریح روایت نہیں جس میں لکھا ہو کہ مردے نہیں سنتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایک امر بدیہی کے لئے اگر کوئی دلیل بیان نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔'' (شفاء الصدور طبع اوّل ص ۳۵)

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ جناب نیلوی صاحب کو کھلا اقرار ہے کہ مردوں کے نہ سننے کے بارے کوئی صریح حدیث موجود نہیں ہے۔ گویا ؎

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

عرض ہے کہ اگر عدم سماع موتی ایک بدیہی امر ہے تو آپ کو شفاء الصدور، ندائے حق اور کتاب المسطور میں امر بدیہی کے اثبات کے لئے ادھر ادھر سے رطب و یابس نامکمل اور غیر متعلق حوالے پیش کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اور آپ نے کسی اور امر بدیہی پر رطب و یابس حوالے کیوں جمع نہیں کئے؟ آپ قدم قدم پر عوام کو اندھیرے میں رکھنے اور ان کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھانے اور ان کو گمراہ کرنے کے لئے کمربستہ ہیں اور امت مسلمہ کے اکابر پر سے اعتماد اٹھانا اور ان سے تمسخر کرنا اور اپنے سید اور سند کو خوش کرنا اور ان سے تھپکی لینا اور محقق و مدقق کہلا کر دل بہلانا آپ کا لذیذ مشغلہ ہے۔ مگر ؎

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ که با که باختہ عشق درشب دیجور

۴...... بعض حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے ان اقوال سے استدلال جن میں انہوں نے مسئلہ یمین میں فرمایا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ ان کے اقوال اپنے مقام پر برحق ہیں۔ وہ اس سماع کی نفی کرتے ہیں جس پر عرف عام میں کوئی نتیجہ مرتب ہو۔ چونکہ مردوں کے سننے پر کوئی دنیوی نتیجہ اور فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ اس لئے انہوں نے فرمایا کہ مردے نہیں سنتے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا کفار اور مشرکین کے بارے ارشاد ہے: ''فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون (حم السجدۃ)'' پر دھیان میں نہ لائے وہ بہت لوگ سو وہ نہیں سنتے۔ (شیخ الہند)

اس سے معلوم ہوا کہ زندہ کافروں کی اکثریت نہیں سنتی اور یہ نص قطعی سے ثابت ہے اور نیز ارشاد ہے: ''ونطبع علی قلوبھم فھم لا یسمعون (الاعراف)'' اور ہم نے مہر کر دی ان کے دلوں پر سو وہ نہیں سنتے۔ (شیخ الہند)

اس آیت کریمہ سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ زندہ کافر نہیں سنتے۔ کیا سچ مچ اس کا یہی مطلب سمجھ لیا جائے کہ زندہ کافر نہیں سنتے؟ اور کیا اس کے لئے کوئی جمعیۃ بنالی جائے اور پاکستان کے کونے کونے میں ہر تقریر میں صرف یہی بیان کیا جائے کہ لوگو! زندہ کافر نہیں سنتے اور بیان کرنے والا یہ کہے کہ میں خادم قرآن کریم اور مبلغ اسلام ہوں۔ میں نص قطعی پیش کرتا ہوں کہ زندہ کافر نہیں سنتے اور اس کا منکر کافر، مشرک، یہودی، ملحد اور مبتدع ہے؟ کیا یہ قرآن کریم اور دین کی خدمت ہو گی۔ مطلب تو بالکل واضح ہے کہ کافر سن کر قبول نہیں کرتے اور مانتے نہیں اور اس سے انتفاع نہیں کرتے اور سنی ان سنی ایک کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''انما یستجیب الذین یسمعون والموتی یبعثھم اللہ ثم الیہ یرجعون (الانعام)'' مانتے وہی ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو زندہ کرے گا اللہ پھر اس کی طرف لائے جاویں گے۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی سب سے توقع نہ رکھو کہ مانیں گے۔ جن کے دل کے کان بہرے ہو گئے وہ سنتے ہی نہیں۔ پھر مانیں کس طرح؟ ہاں! یہ کافر جو قلبی وروحانی حیثیت سے مردوں کی طرح ہیں قیامت میں دیکھ کر یقین کریں گے اور ان چیزوں کو مانیں گے جن کا انکار کرتے تھے۔'' (فوائد عثمانیہ ص ۱۷۰)

اس سے معلوم ہوا کہ کافر ظاہری اور حسی کانوں سے بہرے نہیں اور دوسرے مقام پر ان ہی زندہ کافروں کو ''صم بکم عمی'' (بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہاں! دل کے کانوں سے بہرے ہیں۔ اگر وہ دل کے کانوں سے سنتے تو حق کو قبول کرتے اور مانتے الغرض زندہ کافروں اور مردوں میں وجہ تشبیہ عدم انتفاع اور عدم قبول ہے نہ کہ عدم سماع۔ جیسا کہ بعض سطحی اذہان مغالطہ کھاتے اور دیتے ہیں۔

قرآن کریم کی مختصر تفسیر جلالین شریف میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے: ''انما یستجیب دعاءک الی الایمان الذین یسمعون سماع تفھم واعتبار والموتی ای الکفار شبھھم بھم فی عدم السماع یبعثھم اللہ فی الآخرۃ'' (تفسیر جلالین ص ۱۱۴)

وہی لوگ تیری دعوت الی الایمان کو قبول کرتے ہیں جو خوب سمجھ اور اعتبار کے ساتھ سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ آخرت میں اٹھائے گا کفار کو اللہ تعالیٰ نے مردوں سے تشبیہ اسی سماع کے نہ ہونے میں دی ہے۔

یہاں کفار سے مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ سماع تفہم واعتبار کی نفی ہے اور سماع تفہم واعتبار وہی ہوسکتا ہے جس پر ماننے اور قبول کرنے کا اثر مرتب ہو۔ طلباء علم اس نکتہ کو ملحوظ رکھیں کہ جلالین میں وجہ تشبیہ فی عدم سماع (نکرہ) نہیں بلکہ فی عدم السماع معرف باللام ہے اور اس سے وہی سماع مراد ہے جس کو وہ خود پہلے سماع تفہم واعتبار کے الفاظ سے بیان کر چکے ہیں۔ چنانچہ شیخ سلام اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ فی عدم السماع کی تشریح یوں کرتے ہیں: ''فی عدم السماع ای عدم السماع الذی یترتب علیه الاثر من الاجابة وکفرھا'' (کمالین ہامش جلالین ص ۱۱۴)

یعنی ان کو ایسا سماع نہیں جس پر ماننے اور نہ ماننے کا اثر مرتب ہو۔

غرضیکہ اس آیت کریمہ اور اس کی تفسیر سے جن لوگوں نے جن میں جناب نیلوی صاحب نے بھی دیکھئے (شفاء الصدور ص ۱۱ طبع اوّل) مطلق سماع کی نفی سمجھی ہے، غلطی کی ہے۔ اوّلاً تو اس لئے کہ علم عربیت کے لحاظ سے مشبہ اور مشبہ میں وجہ تشبیہ ایک ہی ہوتی ہے تو ان لوگوں کے قاعدہ کے مطابق اگر مردے مطلق سماع سے محروم ہیں تو زندہ کافروں کو بھی مطلق سماع سے محروم تصور کریں۔ ''ولا قائل بہ'' وثانیاً اس لئے کہ صاحب جلالین اس مقام پر سماع کا معنی سماع تفہم واعتبار کرتے ہیں اور اسی لئے آگے السماع میں الف ولام عہد کا استعمال کرتے ہیں تو اس سے وہی مقید سماع مراد ہے جس کا وہ خود تذکرہ کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کو مطلق سماع پر حمل کرنا توجیہ القول بمالا یرضیٰ بہ قائلہ کا مصداق ہے اور وہ خود دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''افانت تسمع الصم شبھھم بھم فی عدم الانتفاع بما یتلی علیھم'' (جلالین ص ۱۷۴)

کیا پس تو بہروں کو سنا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں کو بہروں کے ساتھ اس بات میں تشبیہ دی ہے کہ جو کچھ ان پر پڑھا جاتا ہے اس سے وہ انتفاع نہیں کرتے۔

یعنی وجہ تشبیہ ان میں عدم الانتفاع ہے جو وجہ تشبیہ زندہ کافروں اور مردوں میں ہے وہی زندہ کافروں اور بہروں میں ہے۔ کما لا یخفی علی عاقل!

قارئین کرام! آپ حضرات تسکین الصدور، سماع الموتیٰ اور الشہاب المبین اور اس پیش نظر کتاب سے بخوبی یہ معلوم کر چکے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عند القبور سماع میں تو کسی کا کوئی اختلاف نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عند القبر صلوٰۃ وسلام وغیرہ کے سماع کے بارے میں تو اکابر علماء جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا بھی اتفاق ہے۔ ہاں! عام اموات کے سماع اور عدم سماع کا مسئلہ قرن اوّل سے تا ہنوز اختلافی چلا آ رہا ہے جو حضرات قرآن کریم کی آیات مثلاً: "انک لا تسمع الموتی" وغیرہا سے عدم سماع پر استدلال کرتے ہیں۔ بخیال آنہا یہ استدلالی رنگ تو ضرور ہے مگر اس استدلال کو قطعیت کا درجہ وہ بھی نہیں دیتے۔ اوّلاً تو اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو نص قطعی "انک میت" کے رو سے وفات پا چکے ہیں اور "الموتی" میں شامل ہیں۔ حالانکہ عام سماع موتیٰ کے منکرین حضرات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں۔ اگر وہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عند القبر سماع کو "لا تسمع الموتی" کے خلاف پاتے تو کبھی بھی قرآن کریم کے خلاف نظریہ نہ رکھتے۔

ثانیاً: اس لئے کہ جمہور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت مسلمہ کی اکثریت جن میں بڑے بڑے امام فقیہ، محدث، متکلم اور صوفی شامل ہیں اور وہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان کو اس مضمون کی آیات سے قطعیت کے ساتھ عدم سماع کا مسئلہ نہ سمجھ آ سکا اور وہ ان آیات کے ہوتے ہوئے بھی سماع کے قائل ہو گئے۔

ثالثاً: جو حضرات سماع موتیٰ کے منکر ہیں وہ ان آیات سے استدلال تو کرتے ہیں مگر مجوزین سماع موتیٰ کی تکفیر تجہیل اور تحمیق ہرگز نہیں کرتے۔ جیسا کہ ہم نے الشہاب المبین میں کفایت المفتی کے حوالے سے یہ عرض کیا ہے۔ اگر ان آیات کریمات سے عدم سماع موتیٰ پر استدلال قطعی ہوتا تو سماع موتیٰ کے قائلین یقیناً کافر ہوتے۔ ہم تو یہی عرض کریں گے کہ اپنی عقل نارسا اور فہم قاصر کی خاطر جمہور کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑیں۔ اس لئے کہ "ید اللہ علی الجماعۃ"۔

اے عندلیب اس کے لئے گلستان نہ چھوڑ — جس کوچے سے گزر صبا کا نہ ہو سکے

رابعاً: جو حضرات سماع موتیٰ کے منکر ہیں (جن میں اس دور میں ہمارے استاد و مرشد رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ پیش پیش ہیں کے کلام کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ حضرت مرحوم اپنی املائی (تفسیر بلغۃ الحیران ص ۲۷۹) میں فرماتے ہیں: "وما انت بمسمع من فی القبور" یعنی بسبب مہر جباریت کے مردے ہو گئے ہیں۔ قبول کرنے ایمان کے سے ان کو سنانا فائدہ نہیں دیتا۔" اس سے صراحۃً ثابت ہوا کہ ان کے ہاں بھی مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ نفی سماع قبول اور سماع نافع کی ہے اور اسی کو دوسرے حضرات سماع قبول، سماع تدبر، سماع تفہم، سماع اعتبار اور سماع انتفاع وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی وجہ تشبیہ زندوں اور مردوں میں عدم انتفاع اور عدم قبول ہے نہ کہ عدم سماع۔

باب دوم

کیا حیات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ باطل فرقوں کا ہے؟

جناب نیلوی صاحب نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی خاطر (الکتاب المسطور ج۱ ص ۴۱۳، ۴۱۴) میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ منافقوں کا (کہ (مدارج النبوۃ ج۲ ص ۵۱۳) میں ہے کہ بعض منافقوں نے کہا اگر

محمد ﷺ پیغمبر و نبی ہوتے تو ان کو موت ہی کیوں آتی) اور (ص ۴۱۶ تا ۴۱۷) میں روافض کا (کہ اصول کافی (کتاب الحجہ ص ۲۸۶، حیات القلوب ج ۲ ص ۸۷۲) میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کو جھانک کر نہ دیکھے کہ کہیں دیکھنے والا آپ ﷺ کو قبر شریف میں کھڑا نماز پڑھتے تو بعض ازواج مطہرات کے ساتھ صحبت میں مشغول نہ پائے۔" اور (ص ۴۱۸) میں (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۶۱) اور الملل والنحل کے متعدد حوالوں سے یہ لکھا ہے کہ حضرات ائمہ کی وفات نہیں ہوئی اور امام جعفر تا حال فوت نہیں ہوئے۔ وہ زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے اٹھ کھڑے ہوں گے اور امام محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ زندہ موجود ہیں اور عبداللہ خراسانی زندہ ہیں اور محمد بن عبداللہ قبر میں بحیات دنیوی زندہ ہیں اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے شیعہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ سرے سے فوت ہی نہیں ہوئے اور دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہو گئے ہیں اور مغیریہ فرقہ کہتا ہے کہ محمد بن علی فوت نہیں ہوئے۔ ہم ان کے منتظر ہیں اور وہ واپس آئیں گے اور بزیغیہ فرقہ کہتا ہے کہ جب انسان کمال کو پہنچ کر مرجاتا ہے تو مرتا نہیں بلکہ عالم ملکوت کو پہنچ جاتا ہے اور اسماعیلیہ فرقہ کہتا ہے کہ اسماعیل بن جعفر تا حال وفات نہیں پائے اور رافضیوں کا ایک فرقہ کہتا ہے کہ موسیٰ بن جعفر زندہ ہیں، نہ مرے ہیں اور نہ مریں گے اور اصول کافی ص ۱۵۸ میں ہے کہ ائمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔ (محصلہ)

اور (ص ۴۱۹) میں حیات الانبیاء کا عقیدہ معتزلہ، جہمیہ اور معطلہ کا بتایا ہے اور پھر حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کے قصیدہ نونیہ سے ان کا رد نقل کیا ہے۔

"لو کان حیا فی الصریح حیاتہ قبل الممات بغیر ما فرقان۔ ما کان تحت الارض بل من فوقھا"

یعنی آنحضرت ﷺ قبر میں بغیر کسی فرق کے اسی طرح زندہ ہوتے جس طرح دنیا میں زندہ تھے تو زمین کے نیچے نہ ہوتے بلکہ اوپر ہوتے ...... اور (ص ۴۲۱) میں احمد رضا خان صاحب کے (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۶۱۱ اور ملفوظات ج ۳ ص ۲۶) سے یہ عقیدہ نقل کیا ہے کہ: "انبیاء علیہم السلام کی قبور میں حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے اور وہ ازواج مطہرات سے شب باشی بھی کرتے ہیں۔" اور (ص ۴۲۳) میں قادیانیوں کا اور (ص ۴۲۴) میں ہندوؤں کا یہ عقیدہ بتایا ہے کہ: "وہ حیات الانبیاء کے قائل ہیں۔" مگر یہ سب کچھ جناب نیلوی صاحب کا دجل اور تلبیس ہے اور اپنے جذباتی اور حقیقت ناشناس حواریوں کا یہ ذہن بنانا چاہتے ہیں کہ حیات الانبیاء کا نظریہ باطل فرقوں کا ہے۔ حالانکہ ان باطل فرقوں میں بعض تو وفات کے قائل ہی نہیں۔ جیسا کہ ان کے حوالوں سے عیاں ہے اور ان کی بعض عبارات کے تراجم میں قبر کا لفظ جناب نیلوی صاحب نے اپنی طرف سے داخل کر کے صریح دھوکہ دیا ہے اور ان میں بعض فرقے قبر کی حیات کو ان تمام لوازم کے ساتھ مانتے ہیں جو دنیا میں تھے۔ یہاں تک کہ ازواج مطہرات سے ہمبستری کے بھی قائل ہیں۔ جیسا کہ روافض اور خان صاحب کے حوالے سے انہوں نے نقل کیا ہے۔ جب کہ اہل حق آنحضرت ﷺ کی وفات کو "انک میت" کے مطابق قطعی مانتے ہیں اور قبر کی زندگی کو جو اعادۂ روح کی وجہ سے جیسا کہ صحیح حدیث "فتعاد روحہ فی جسدہ" اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ارشاد "واعادۃ الروح الی العبد" "فی قبرہ حق سے ثابت ہے، تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی مبسوط بحث تسکین الصدور میں ملاحظہ فرمائیں اور یہ زندگی برزخی ہے۔ کیونکہ قبر اور برزخ میں ہے اور دنیوی بھی ہے۔ بایں معنی ہے کہ روح کا تعلق اس بدن سے ہے جو کہ دنیا میں تھا نہ کہ بدن مثالی سے۔ جیسا کہ بعض کہتے ہیں اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ دنیوی جسم کے تعلق سے حیات ہے اور اس زندگی کے لئے دنیوی زندگی کے تمام لوازم ثابت نہیں اور اگر بعض باطل فرقے بھی قبر شریف میں اعادۂ

روح الی الجسد کی وجہ سے اہل حق کی طرح حیات تسلیم کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حیات کے دلائل اتنے قوی مضبوط اور صحیح ہیں کہ باطل فرقے بھی اس کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں پاتے اور اہل حق کی ہمنوائی پر مجبور ہیں نہ یہ کہ اہل حق نے باطل فرقوں کا نظریہ اپنایا ہے۔ جیسا کہ جناب نیلوی صاحب عوام کو باور کرا رہے ہیں اور ان کے نادان حواری یہ سمجھ رہے ہیں کہ حیات الانبیاء کا نظریہ باطل فرقوں کا ہے۔ شاید جناب نیلوی صاحب یہ کہہ دیں ؎

ہر ایک بات مدلل نہیں ہوا کرتی کبھی تو دل کی بھی سن لو دماغ کے بدلے

قطع نظر ان سب باتوں کے (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰) میں آنحضرت ﷺ کی قبر کی زندگی اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے تو کیا معاذ اللہ تعالیٰ یہ سب اہل السنت والجماعت، منافق، رافضی، معتزلی، جہمی، قادیانی، ہندو اور بریلوی تھے؟ اور (المہند ص ۱۴) میں آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کی زندگی کو نہ صرف یہ کہ تسلیم ہی کیا گیا ہے بلکہ اسے دنیویہ برزخیہ سے تعبیر کیا گیا ہے تو کیا حضرت مولانا سہارنپوری ﷫ اور ان کے جملہ مصدقین جو اکابر علماء دیوبند میں تھے۔ منافق، رافضی، معتزلی، جہمی، قادیانی، ہندو اور بریلوی تھے؟ اور پھر کیا اکبر علماء اشاعۃ التوحید والسنۃ جو حیات دنیویہ کے قائلین کو اہل السنت سے خارج نہیں قرار دیتے وہ بھی سبھی منافق، رافضی، معتزلی، جہمی، قادیانی، ہندو اور بریلوی ہیں۔ جناب نیلوی صاحب! آپ جس نہج پر چل رہے ہیں اور عوام کالانعام اور جذباتی نوجوانوں کو چلا رہے ہیں وہ کسی محقق، دیانت دار اور خدا ترس عالم کا راستہ نہیں ہے۔ کیونکہ حضرات سلف وخلف اور اکابر پر اعتماد ہی عالم اسباب میں کامیابی اور نجات کا سبب اور ذریعہ ہے نہ کہ ان سے بغاوت۔

چمن ان سے عبارت ہے بہاریں ان سے زندہ ہیں انہی کے سامنے پھولوں سے مرجھایا نہیں جاتا

نزاع صرف لفظی ہے

جو حضرات قبر کی زندگی پر لفظ برزخی اطلاق کرتے ہیں ان میں اور ان حضرات میں جو حیات برزخی تسلیم کرتے ہوئے اس پر حیات دنیوی کا اطلاق کرتے ہیں۔ نزاع صرف لفظی ہے اور یہ محقق ومدرس عالم اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے سابق نائب صدر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب (المتوفی ۱۴۰۵ھ) کو بھی مسلم ہے۔ چنانچہ ہم قارئین کرام کے سامنے حضرت قاضی صاحب مرحوم کا چیلنج اور راقم اثیم کی طرف سے اس کا جواب اور پھر حضرت قاضی صاحب کا جواب الجواب بعینہٖ عرض کرتے ہیں۔ جناب قاضی صاحب ﷫ کا مزاج جذباتی اور طبیعت میں تعلّی تھی، ان کے بعض غلط کار اور انتہاء پسند حواریوں نے انہیں اکسایا تو وہ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور ذیل کا چیلنج راقم اثیم کے نام ارسال فرما دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی سرفراز صاحب! بذات خود میرے ساتھ مناظرہ کر لیں یا مباہلہ کر لیں یا مباہلہ اور مناظرہ دونوں کر لیں۔ اس لئے کہ اس دنیا سے انتقال کے بعد قبر مبارک میں وہ کہتے ہیں حیاۃ دنیویہ ہے۔ میں کہتا ہوں دنیویہ نہیں بلکہ اخرویہ برزخیہ ہے جو نہ کرے وہ جھوٹا ہوگا۔ شمس الدین مؤرخہ ۱۰ / مئی ۱۹۸۵ء

راقم اثیم نے اس کا یہ جواب عرض کیا: ’’قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین وقال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وقال النبی ﷺ لا تکونوا امعۃ (الحدیث)‘‘

ائی محترم المقام جناب مولانا قاضی شمس الدین صاحب موصوف بالقابہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا چیلنج ذیل کے عنوان سے راقم اثیم کو ملا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی سرفراز صاحب! بذات خود میرے ساتھ مناظرہ کر لیں یا مباہلہ، یا مباہلہ اور مناظرہ دونوں کر لیں۔ اس لئے کہ اس دنیا سے انتقال کے بعد قبر میں وہ کہتے ہیں۔ حیات دنیویہ ہے میں کہتا ہوں دنیویہ نہیں بلکہ اخرویہ برزخیہ ہے جو نہ کرے وہ جھوٹا ہوگا۔ شمس الدین مؤرخہ ۱۰ رمئی ۱۹۸۵ء

الجواب: آپ کے چیلنج کے الفاظ پڑھ کر سخت حیرت ہوئی اور اس کی آپ کے حواریوں نے فوٹوسٹیٹ کاپیاں تیار کر کے ملک کے کونے کونے میں پہنچانے کی کوشش کی اور رات کو جلسہ میں جناب شاہ صاحب گجراتی اور جناب ملتانی صاحب نے اس کی خوب خوب تشہیر کی ہے اور انتہائی بدکلامی کی اور ایسی ایسی ڈینگیں ماریں اور تعلی کی ہے کہ تعجب اور حیرت ہوتی ہے اور اغلب ہے کہ آپ کو متعصب اور جذباتی حواری کی سب باتوں سے خالص اندھیرے میں رکھیں گے۔ جیسا کہ ان کی فطرت اور آپ کے مزاج سے بالکل عیاں ہے کہ وہ ہمیشہ آپ کی شرافت، سادگی، نرمی اور رواداری سے غلط فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور اب بھی کمر باندھ کر اس کے درپے ہیں۔ خدا کرے کہ آپ زندگی کے آخری دور میں ہی اس سے آگاہ ہو جائیں۔

محترم! آپ نے اس مسئلہ میں مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج کیا ہے جس میں میرا (اور میرے اکابر کا) اور آپ کا صرف لفظی نزاع ہے۔ میں نے تسکین الصدور، سماع الموتی اور الشہاب المبین میں باحوالہ اس کی بحث اور وضاحت کر دی ہے کہ ہماری مراد حیات دنیویہ سے صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک کا اس جسد اطہر سے تعلق ہے جو دنیا میں آپ ﷺ کا جسم مبارک تھا۔ یہ حیات نہ تو صرف روحانی ہے اور نہ جسم مثالی کے تعلق سے ہے۔ جیسا کہ بعض کا دعویٰ اور وہم ہے۔ لیکن یہ حیات اہل دنیا کے ادراک وشعور سے بالاتر ہے اور ''لاتشعرون'' کا مصداق ہے اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا یہ حوالہ (تسکین الصدور ص ۲۶۸ طبع دوم) میں موجود ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔ یہ نہیں کہ مثل شہداء ان ابدان کو چھوڑ کر اور ابدان سے تعلق ہو جاتا ہے۔ (لطائف قاسمی ص ۳) اور (تسکین الصدور ص ۲۷۲) کے حاشیہ میں حاشیہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۵۹ء ص ۳۹ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ حیات دنیا کی سی ہے۔ یعنی مع الجسد ہے صرف برزخی روحانی نہیں جو تمام مومنین کو بھی حاصل ہے جن کے اجسام مٹی ہو چکے ہوں اور (تسکین الصدور ص ۲۷۷) میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی عبارت میں لفظی حسی کی تشریح کرتے ہوئے راقم نے لکھا ہے۔ الغرض! جس طرح حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو دنیا میں اپنے تمام اعضاء مبارکہ میں حیات کے آثار محسوس ہوتے تھے۔ (اور اسی صفحہ میں اس سے قبل یہ عبارت موجود ہے جس طرح دنیا میں ایک تندرست انسان روح کا اثر تمام اعضاء میں محسوس کرتا ہے۔ بخلاف مفلوج اور مشلول کے کہ فالج کی وجہ سے اس کے جو اعضاء ماؤف اور شل ہو جاتے ہیں ان میں وہ حس نہیں پاتا) اسی طرح قبر میں جو حیات ان کو حاصل ہے، وہ ان کے حق میں حسی ہے اور اس کے آثار وہ خود محسوس کرتے ہیں۔ گو اہل دنیا کو اس کا احساس وشعور نہ ہو سکے اور حسی کے اس معنی میں نقلاً وعقلاً کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی۔

اور ہم نے (الشہاب المبین ص ۷۳) میں لکھا ہے کہ: حیات دنیویہ کا یہ مطلب ان حضرات کے نزدیک ہرگز نہیں کہ دنیا کی زندگی کی طرح دنیوی خوراک کے محتاج ہوں یا بدن کا نشوونما ہو یا کوئی دوسرا اس زندگی کا ادراک وشعور کر سکے اور اس کو محسوس طور پر زندگی نظر آتی ہو اور نقل وحرکت کرتے دکھائی دے۔ ہماری مراد حیات دنیویہ سے صرف یہ ہے کہ روح مبارک کا تعلق جسد مثالی سے نہیں۔ جیسا کہ بعض کا ادّعاء ہے بلکہ یہ حیات دنیوی عنصری جسم سے متعلق ہے۔ صرف روح یا جسد مثالی کے تعلق سے حیات سے ممتاز کرنے کے لئے یہ تعبیر اختیار کی جاتی ہے تاکہ دونوں میں فرق نمایاں ہو جائے۔ گستاخی معاف آپ خود بھی روح کے جسد عنصری کے ساتھ تعلق سے حیات کے قائل ہیں۔ ہم نے (تسکین الصدور ص ۴۵) میں آپ کی عبارتوں کا حوالہ دیا ہے۔ مثلاً ایک یہ کہ (التعلیق الفصیح علی المشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹) میں ہے: "وقال الفقهاء رحمہم اللہ هو للروح مع الجسد ويشارك الجسد فيه الروح" اور (ص ۴۵) میں ہم نے آپ کی کتاب (تسکین القلوب ص ۴۷) کا یہ حوالہ بھی درج کیا ہے۔ ہم اپنی پہلی بعض کتابوں میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ "الانبياء احياء في قبورهم يصلون لا شك فيه" اور یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ صوفیاء کرام کے نزدیک یہ عذاب وثواب قبر اور "تألم وتلذذ" صرف روح سے تعلق رکھتا ہے۔ (صوفیاء کرام رحمہم اللہ میں ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ قبر میں ثواب وعقاب کا تعلق روح کے ساتھ بمشارکت بدن مثالی ہے اور یہ حضرات روح کا تعلق جسم عنصری اور جسم مثالی دونوں سے تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ بات اپنے مقام پر آرہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ صفدر) اس جسم عنصری سے اس کا تعلق نہیں اور فقہاء کرام اور متکلمین رحمہم اللہ کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو۔ پھر بھی قبر کے عذاب وثواب اور تألم وتلذذ میں روح کا شریک ہے اور فتویٰ بھی فقہاء کرام رحمہم اللہ کے قول پر دینا چاہئے۔ اگر آپ کو ہماری اس گزارش پر اعتماد نہ ہو اور بدگمانی بدستور رکھیں تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

محترم! آپ خود انصاف سے فرمائیں (اگر آپ کے نزدیک انصاف کسی چیز کا نام ہے) کہ آپ بھی روح کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق کی وجہ سے حیات کے قائل ہیں اور اسی پر فتویٰ بھی دیتے ہیں اور میں بھی اسی دنیوی بدن اور عنصری جسم کے ساتھ حیات کا قائل ہوں اور تصریح کی ہے کہ یہ حیات اہل دنیا کے ادراک اور شعور سے بالاتر ہے اور یہ حیات اس مذکور معنیٰ میں دنیوی بھی ہے کہ روح کا تعلق بدن دنیوی سے ہے اور برزخی بھی ہے کہ برزخ میں ہے۔ (المہند ص ۳۸) میں ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے الیٰ قولہ: "حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنیٰ میں برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔" اور اس پر علماء دیوبند کے چوبیس اکابر کی تصدیقات ثبت ہیں جن میں حضرت مولانا محمود حسن، حضرت مولانا عزیز الرحمن، حضرت مولانا تھانوی اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمہم اللہ وغیرہ بھی ہیں۔ آپ کہنہ مشق مدرس عالم ہیں۔ فرمائیں کہ یہ نزاع لفظی ہے یا نزاع حقیقی؟ انصاف آپ پر چھوڑا جاتا ہے۔ ہم نے (تسکین الصدور ص ۲۷۵ میں ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ جنوری ۱۹۶۰ء ص ۳۲) کے حوالہ سے ایک فتویٰ کے جواب میں یہ عبارت بھی نقل کی ہے: "اور اس عالم دنیا سے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ کو عالم برزخ میں مثل شہداء بلکہ شہداء سے بھی اعلیٰ وارفع حیات برزخیہ عطاء فرمائی گئی ہے۔ وہ حیات دنیویہ نہیں بلکہ اس سے بدرجہا اعلیٰ وارفع اجمل وافضل حیات برزخیہ ہے نہ کہ حیات دنیویہ۔ لیکن اگر کوئی اس حیات دنیوی کے نام سے تعبیر کرے اور آپ ﷺ کی حیات برزخیہ سے بھی انکار نہ کرے تو اس کو جماعت اہل السنت سے خارج نہیں کرنا چاہئے۔"

اس پر پچاس حضرات کے دستخط ہیں اور تصدیق کا عنوان یہ ہے: ''جواب صحیح ہے'' ان حضرات میں سے بعض کے نام یہ ہیں: (۱) سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری، (۲) مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی، (۳) مولانا عبدالرحمن صاحب بہودی، (۴) مولانا ولی اللہ صاحب (انہی) ضلع گجرات، (۵) مولانا غلام اللہ خان صاحب، (۶) مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر، (۷) مولانا فیض علی شاہ صاحب، (۸) مولانا قاضی شمس الدین صاحب، (۹) مولانا قاضی غلام مرتضیٰ صاحب مرجانوی (۱۰) مولانا قاضی نور محمد صاحب، (۱۱) مولانا محمد امیر صاحب سرگودھا، (۱۲) مولانا احمد حسین صاحب سجاد بخاری، (۱۳) مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب (رحمہم اللہ)

ان حضرات میں باقی تو مرحوم ہو چکے ہیں، چھ زندہ ہیں۔ (۱) سید عنایت اللہ شاہ بخاری، (۲) خود جناب قاضی شمس الدین صاحب، (۳) مولانا محمد طاہر پنج پیر، (۴) مولانا فیض علی شاہ صاحب، (۵) مولانا احمد حسین سجاد بخاری، (۶) مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب، ان جملہ حضرات نے حیات دنیویہ کی تعبیر کو بھی اہل السنت کا مسلک قرار دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ محترم! آپ نے ان سب حضرات کو یا ان میں سے بعض کو مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج کیوں نہیں دیا؟ کیا اس کارروائی کے لئے کھلونا اور تختہ مشق آپ کو صرف مولوی سرفراز ہی نظر آیا ہے؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ پھر ان حضرات میں آپ کا اپنا اسم گرامی بھی ہے۔ آپ کو اس حیات کو دنیوی حیات سے تعبیر کرنے والے جناب قاضی شمس الدین صاحب ساکن مجاہد پورہ کیوں دکھائی نہیں دیئے؟ اگر ویسے نظر نہیں آتے تو شیشے میں دیکھ لیں ضرور نظر آ جائیں گے۔ الغرض! اس مذکورہ مسئلہ میں محترم کے مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج بالکل بے سود، بے کار مہمل اور سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنے متعصب اور حقیقت ناشناس حواریوں کو خوش کرنے کا ایک ناکام بہانہ ہے۔''

نزاع حقیقی

آنحضرت ﷺ کے عند القبر صلوٰۃ وسلام وغیرہ کے سماع کا نظریہ اتفاقی اور اجماعی ہے اور اس پر امت کا تعامل رہا ہے اور اب بھی ہے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۰ طبع دہلی)

اور حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کیونکہ روضہ مبارک پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلا واسطہ حضور ﷺ پر پیش ہوتا ہے اور آپ اس کو سنتے اور جواب دیتے ہیں۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۱۰)

اور ۱۹۶۲ء میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی سرپرستی میں راولپنڈی میں یہ تحریر لکھی گئی تھی۔ ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

احقر: محمد طیب وارد حال راولپنڈی مؤرخہ ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء
لاشئی غلام اللہ خان، نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ
محمد علی جالندھری عفی اللہ عنہ

اور آپ نے خود (تسکین القلوب ص ۱۰۵) میں واضح الفاظ میں عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کو تسلیم کیا ہے۔

اور دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی صاحب کا بتائید دیگر حضرات علماء کرام فتویٰ یہ ہے۔ استفتاء نمبر ۱۹۹۸، یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک علیین میں ہے۔ آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

لہٰذا آپ کی قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے۔لیکن آپ سنتے نہیں کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیۂ ہے یا نہیں؟اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا!

الجواب: آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے۔آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں آپ اپنے مزار میں حیات ہیں، مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ وہ بدعتی ہے۔خراب عقیدہ والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔حدیث میں آتا ہے:''ان اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء الحدیث وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ رواہ ابو الشیخ رحمہ اللہ وسندہ جید (القول البدیع ص ۱۱۶) وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء (صلوٰۃ اللہ تعالٰی علیھم) احیاء فی قبورھم یصلون رواہ ابن عدی رحمہ اللہ والبیھقی رحمہ اللہ وغیرھما (شفاء السقام ص ۱۳۴)'' دو حدیثیں نقل کر دی ہیں۔اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ ﷺ سنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! کتبہ السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند

مؤرخہ ۱۳ / جمادی الاوّل ۷۶ ۱۳ھ

الجواب صحیح جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ / شوال ۷۶ ۱۳ھ

اجاب المجیب واجاد محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاھور

الجواب صواب محمد رسول خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ

جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی سے قبل از شرق تا غرب از شمال تا جنوب پوری امت میں کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جو آنحضرت ﷺ کے عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کا منکر ہو۔(عام اموات کے سماع اور عدم سماع کا مسئلہ قدیماً وحدیثاً اختلافی چلا آتا ہے) اور اس عقیدہ والا بدعتی بھی ہے اور اہل السنت والجماعۃ سے بھی خارج ہے اور اس کے پیچھے نماز بھی مکروہ ہے۔

محترم! آپ کی سرپرستی میں تقریریں ہوتی ہیں اور جناب شاہ صاحب بڑی بے باکی کے ساتھ قائلین سماع موتی کو ابوجہل کا ٹبر، لوٹر مشرک اور یہود تک کہہ جاتے ہیں۔مگر آپ چپ سادھ لیتے ہیں اور آپ کو ان کی اصلاح اور ان سے بائیکاٹ کی توفیق نہیں ہوتی۔ پھر آپ کے شاگرد خاص مولوی احمد سعید صاحب ملتانی آتے ہیں اور عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے...... قائلین کو کھلے لفظوں میں کافر کہتے ہیں جس سے پوری امت اور آپ کے اکابر حتیٰ کہ خود آپ کی تکفیر ہوتی ہے اور یہ سب کچھ آپ کی سرپرستی کے عنوان سے ہوتا ہے اور آپ کے حواری کرتے ہیں۔مگر آپ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی اور اگر کوئی دوسرا آپ کے فریق کے مسلمات سے جوابی کارروائی کرتا ہے تو آپ کو غصہ اور طیش آجاتا ہے۔ کیونکہ نزلہ بر عضو ضعیف ریزد اور آپ اس سے معافی اور معذرت کے طالب ہوتے ہیں اور اپنی اور اپنے اکابر بلکہ پوری امت مرحومہ کی تکفیر بڑے ذوق وشوق سے گوارا کرتے ہیں۔کیا ہمیں یہ کہنے کا حق نہیں کہ۔

میری نگاہ شوق پہ اتنی ہیں سختیاں اپنی نگاہ شوخ کی کچھ بھی خبر نہیں

محترم! العبد کی التجاء وگزارش ہے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ آپ کھلے لفظوں میں تحریری طور پر جناب گجراتی صاحب اور جناب ملتانی صاحب وغیرہ غالیوں سے برأت کا اعلان کریں۔ ورنہ تاریخ کسی کو معاف نہیں کرتی۔ آپ کو سرپرست مکفرین امت کے عنوان سے یاد کرے گی۔

چلئے آپ اپنے اندر اگر اس حقیقی نزاعی مسئلہ میں ان کو مناظرہ اور مباہلہ کے چیلنج کی توفیق نہیں پاتے اور جرأت نہیں کر پاتے تو بیزاری کے اعلان کی مراد نہ جرأت کا مظاہرہ تو کریں اور غلط کار حواریوں کی باتوں میں نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ مرحمت فرمائے اور بزرگوں کا سایہ خوردوں کے سر پر دائم رکھے۔ آمین ثم آمین! اگر آپ نے ان سے برأت نہ کی تو آپ ہی فرمائیں کہ ہم آپ کے بارے میں کیا رائے رکھیں؟

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد خاتم الانبیاء والمرسلین

وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واتباعہ الیٰ یوم الدین

احقر: ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ

وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲۶ رشعبان ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۷ رمئی ۱۹۸۵ء

مولانا قاضی شمس الدین کا چیلنج واپسی کا اعلان

اس کے جواب میں محترم جناب قاضی صاحب مرحوم نے اپنے مدرسہ کے مطبوعہ پیڈ پر (جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ مدرسہ جامعہ صدیقیہ مہتمم قاضی شمس الدین عفی اللہ عنہ، محلہ مجاہد پورہ گوجرانوالہ پاکستان درج ہے) یہ تحریر فرمایا کہ مولانا سرفراز صاحب مدظلہ کا اس چیلنج کے بعد یہ جواب آیا کہ چونکہ یہ نزاع لفظی ہے۔ اس لئے مناظرہ اور مباہلہ کی ضرورت نہیں۔ شمس الدین ۱۸ رمئی ۱۹۸۵ء

قارئین کرام! چونکہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ کہنہ مشق مدرس نکتہ رس عالم اور مناظرانہ ذہن کے مالک تھے۔ اگر ان کے نزدیک فریقین کا اس مسئلہ میں نزاع لفظی نہ ہوتا بلکہ حقیقی ہوتا تو وہ کبھی بھی چیلنج واپس نہ لیتے بلکہ اپنے مزاج کے موافق خوب خوب تعاقب کرتے۔ مگر ایسا ہرگز نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ اکابر اور خود اپنے صریح حوالوں کے سامنے وہ اپنے آپ کو بالکل بے بس پاتے ہیں اور جناب نیلوی صاحب کی طرح صرف عقلی گھوڑے ہی نہیں دوڑاتے ؎

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

حیات کے معنے؟

یہ عنوان قائم کر کے جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ”بعد از موت حیات ثانیہ برزخیہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ اس حیات ثانیہ برزخیہ کا انکار قطعیات ومحکمات کا انکار ہے۔ لیکن حیات کے ساتھ اپنی ناصواب دانش وفہم سے عنصریہ کی قید بڑھانا اور اس قید کو جس کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ کسی حدیث میں ہے۔ نہ کسی صحابی سے مروی ہے نہ کسی تابعی سے نہ تبع تابعین سے نہ کسی مجتہد اور امام سے نہ کسی مفسر اور شارح سے نہ کسی متکلم اور صوفی سے ثابت غرض جس قید کو سلف وخلف میں سے کسی محقق نے ذکر نہ کیا ہو، پرزور دعووں سے بلا دلیل ثابت کرنا اور اس دعویٰ بلا دلیل کی۔ دلیل کا مطالبہ کرنے والے کو بجائے دلیل بتانے

کے اور براہین قاطعہ سے سائل کی تسلی کرنے کی سائل کو منکر حیات انبیاء وشہداء کہہ کر لوگوں میں بدظنی پھیلانا انہی لوگوں کا کام ہے، جنہیں خوف خدا نہیں مرنا یاد نہیں۔''

پھر آگے لکھتے ہیں کہ: ''جیسے آدمی لباس ومکان بدلنے سے نہیں مرتا۔ ایسے ہی جسد عنصری کا لباس اتار کر جسد مثالی کا لباس پہن لینے اور دار دنیا سے دار برزخ کی طرف منتقل ہونے سے بھی آدمی نہیں مرتا۔ مگر نہ دنیا والوں کو جانتا ہے اور نہ ان کی آوازیں سنتا ہے۔ مگر خرق عادت کے طور پر۔''

پھر آگے حیات کے تعلق الروح بالبدن العنصری کے علاوہ نمبر لگا کر گیارہ اور معنے بیان کئے ہیں۔ تاکہ گیارھویں شریف کا مفہوم پورا ہو جائے اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی روح ناراض نہ ہو جن کے ساتھ جناب نیلوی صاحب کا سماع روحانی میں قارورہ ملتا ہے۔ پھر آگے امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی (مفردات ج۱ ص۱۳۸) کا حوالہ نقل کیا ہے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ شہداء کی ارواح لذتیں اٹھاتی ہیں۔ پھر آگے قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ (مظہری ج۴ ص۱۷۰) سے نقل کیا ہے۔ یعنی انہیں مزوں اور نعمتوں کا شعور نہیں تو معلوم ہوا کہ حیات کے معنی ہیں۔ مزے اور نعمتوں کا شعور رکھنا۔ (محصلہ کتاب المسطور ص۱ تا ۴)

الجواب: جناب نیلوی صاحب نے جس سطحی ذہن سے کام لیا ہے اس پر حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی ہم نہایت ہی اختصار سے عرض کرتے ہیں۔ غور فرمانا قارئین کرام کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیآء ولکن لا تشعرون (البقرۃ)'' اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اور نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیآء عند ربھم یرزقون (آل عمران)'' اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہوتے ہیں وہ مردے نہیں زندہ ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ قتل کیا چیز ہوتی ہے؟ اگر شہید کا جسد عنصری قتل کیا جاتا ہے تو زندگی بھی اسی سے متعلق ہوگی اور اگر جسد مثالی یا روح قتل کی جاتی ہے تو زندگی بھی انہیں سے وابستہ ہوگی۔ کیا جناب نیلوی صاحب کے نزدیک شہید کا جسم مثالی یا اس کی روح قتل کی جاتی ہے یا جسد عنصری؟ کوئی عقلمند اس میں شک وتردد نہیں کرسکتا کہ شہید کا جسم عنصری ہی قتل کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ''بل احیآء'' زندہ بھی وہی اجسام عنصریہ ہی ہوں گے نہ کہ اجسام مثالیہ کس سادگی سے جناب نیلوی صاحب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جسد عنصری کا ثبوت قرآن مجید سے نہیں؟ اور صحیح حدیث میں (جس کی مفصل بحث (تسکین الصدور ص۱۰۱ تا ۱۰۷) میں موجود ہے) فتعاد روحہ فی جسدہ میں اس جسم سے بغیر جسد عنصری کے اور کیا مراد ہے۔ کیونکہ لفظ اعادہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ جس جسم عنصری میں پہلے روح تھی اسی جسم کی طرف پھر لوٹائی جاتی ہے۔

ہم نے حضرات محدثین کرام، فقہاء عظام اور متکلمین ذوالافہام رحمہم اللہ کے ٹھوس اور صریح حوالے تسکین الصدور میں جسد عنصری کے ثبوت پر دیئے ہیں جن کو جناب نیلوی صاحب شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں۔ ہم تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ قارئین کرام وہ حوالے خود وہاں ہی ملاحظہ کرلیں۔ اختصاراً ہم ایک حوالہ عرض کرتے ہیں۔

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی رمضان ۱۴۰۵ھ) فرماتے ہیں: ''ہم اپنی پہلی بعض کتابوں میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ ''الانبیآء احیاء فی قبورھم لا شک فیه'' اور یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک یہ عذاب وثواب قبر اور تألم تلذذ صرف روح سے تعلق رکھتا ہے۔ (صوفیاء کرام رحمہم اللہ میں ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ قبر میں ثواب وعقاب کا تعلق روح کے ساتھ بمشارکت بدن مثالی ہے اور یہ حضرات روح کا تعلق جسم عنصری اور جسم مثالی دونوں سے تسلیم کرتے ہیں۔ (جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ بات تسکین الصدور ص ۱۳۶ میں موجود ہے۔ صفدر) اس جسم عنصری سے اس کا تعلق نہیں اور فقہاء کرام اور متکلمین رحمہم اللہ کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو چکا ہو، پھر بھی قبر کے عذاب وثواب اور تألم وتلذذ میں وہ روح کا شریک ہے اور فتویٰ بھی فقہاء کرام رحمہم اللہ کے قول پر دینا چاہئے۔'' (تسکین القلوب ص ۴۷)

اور نیز وہ عربی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ: ''وقال الفقهاء رحمهم الله تعالى هو للروح مع الجسد ويشارك الجسد فيه الروح'' (التعلیق الفصیح ج ۱ ص ۳۹)

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ عذاب وراحت روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور جسم اس میں روح کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔

قارئین کرام! جناب نیلوی صاحب سے تو حق بات کے سمجھنے اور اس کے اقرار کرنے کی سرے سے توقع ہی نہ رکھیں بلکہ خود سمجھنے کی کوشش کریں کہ حضرت قاضی صاحب مرحوم تو فرماتے ہیں کہ حضرات فقہاء کرام اور متکلمین عظام رحمہم اللہ قبر میں راحت وتکلیف کا تعلق روح اور جسم عنصری کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فتویٰ بھی اسی پر ہونا چاہئے۔ کیا یہ حضرات فقہاء کرام، متکلمین اور سلف وخلف محققین رحمہم اللہ کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہے؟ اگر یہ محقق نہ تھے تو دنیا میں محقق کون ہے؟ غرضیکہ جسد عنصری کا ثبوت قرآن کریم حدیث شریف اور حضرات فقہاء کرام اور متکلمین عظام رحمہم اللہ سے ہو گیا۔ اس کا انکار کرنا اور یہ سمجھنا اور عوام الناس کو یہ باور کرانا کہ جسد عنصری کا ثبوت قرآن وحدیث اور علماء امت سے نہیں۔ جناب نیلوی صاحب کی صرف جہالت ہی نہیں بلکہ دجل بھی ہے۔ جناب نیلوی صاحب سے ہمارا مطالبہ ہے کہ قرآن کریم، صحیح صریح حدیث، حضرات محدثین کرام، فقہاء عظام، متکلمین نیک فرجام رحمہم اللہ سے جن کے اجساد عنصریہ موجود ہیں کے بارے میں ثواب وعذاب کے سلسلہ میں جسد کے ساتھ مثالی کی قید بتائیں۔ ویسے اجسام مثالیہ کا ہمیں کوئی انکار نہیں ہے۔ الغرض قبر میں جسم عنصری کی روح کے ساتھ مشارکت سے حیات قرآن کریم صحیح حدیث اور حضرات فقہاء کرام اور متکلمین عظام رحمہم اللہ کی صریح عبارات سے ثابت ہے اور جسد کا لفظ جب بھی مطلق آئے گا تو اس سے جسد عنصری ہی مراد ہو گی۔ کیونکہ یہی اس کا فرد کامل ہے جسم مثالی۔ چونکہ بسلسلہ ثواب وعذاب قبر غیر ظاہر ہے۔ اس لئے وہ دلیل کا محتاج ہے جس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے اور یہ عدل وانصاف کے اصول کے بھی بالکل خلاف ہے کہ گناہ تو کرے جسم عنصری اور سزا بھگتے جسد مثالی۔ دنیا میں بحالت ایمان تکلیفیں تو برداشت کرے جسد عنصری اور مزے لوٹے جسد مثالی یہ تو ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

دعائیں ہم نے مانگی تھیں بہاریں غیر نے لوٹیں
ہمیں تو شاق گزرا ہے تمہارا یوں جواں ہونا

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ: ''انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔'' (لطائف قاسمی ص ۳)

کیا نیلوی صاحب حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو عالم، صوفی، متکلم، محقق اور خلف کا کوئی فرد مانتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا دنیا میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اجسام عنصریہ حاصل تھے یا مثالیہ؟ قرآن کریم میں ہے: ''وما جعلناهم جسداً لا یاکلون الطعام (الانبیاء)'' اور نہیں بنائے تھے ہم نے ان کے ایسے بدن کہ وہ کھانا نہ کھائیں۔

اس میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے کون سے اجسام اور ابدان مراد ہیں؟ اور ''ان اللہ تعالٰی حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (الحدیث)'' سے کون سے اجساد مراد ہیں؟ خود جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اور آپ کے جسم مبارک اجساد عنصریہ اپنے اپنے عرفی مقبروں میں بالکل صحیح سلامت بلا تغیر وتبدل اسی حالت میں اب تک موجود ہیں۔'' (کتاب المسطور ج ۱ ص ۹)

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جو حضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زندگی کو جسمانی اور دنیوی سے تعبیر کرتے ہیں، ان کی مراد بھی صرف یہ ہے کہ روح اطہر کا تعلق اس جسم مبارک سے ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں حاصل تھا نہ یہ کہ بہمہ وجوہ دنیوی زندگی ہے جس پر احکام دنیا مرتب ہوں اور وہ اہل دنیا کے شعور میں آسکے۔ جیسا کہ نیلوی صاحب مغالطہ کا شکار ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں تو فصل خصومات کیوں نہیں کرتے۔ وغیر ذلک!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زندگی دنیوی جسم اطہر سے روح مقدس کے تعلق سے ایسی واضح اور نمایاں ہے کہ غیر مقلدین حضرات کے رئیس الطائفہ جناب قاضی محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۵۰ھ) بھی اسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں پاتے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حیّ بعد وفاته وانه یسرّ بطاعات امته وان الانبیآء لا یبلون مع ان مطلق الادراک کالعلم والسماع ثابت لسائر الموتی وقد صح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً ما من احدیم علی قبر اخیه المؤمن وفی روایة بقبر الرجل کان یعرفه فی الدنیا فیسلّم علیه الا عرفه ورد علیه ولا بن ابی الدنیا اذا مر الرجل بقبر یعرفه فیسلم علیه رد علیه السلام وعرفه واذا مر بقبر لا یعرفه رد علیہ السلام وصح انه کان صلی اللہ علیہ وسلم یخرج الی البقیع لزیارة الموتی ویسلم علیهم وورد النص فی کتاب الله فی حق الشهداء انهم احیآء یرزقون والحیوة فیهم متعلقة بالجسد فکیف بالانبیآء والمرسلین وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیآء احیاء فی قبورهم رواه المنذری وصححه البیهقی وفی صحیح مسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت بموسٰی لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره'' (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴)

اور تحقیق سے محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور بلا شبہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے۔ حالانکہ مطلق ادراک مثلاً علم اور سننا تو یہ تو تمام مردوں کے لئے ثابت ہے اور تحقیق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ایسے مرد کی قبر کے پاس سے جسے وہ دنیا میں جانتا تھا اور وہ اسے سلام کہے تو وہ اسے پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور امام ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی ایسے مرد کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ جانتا تھا اور اسے سلام کہے تو وہ اس کو جان کر جواب دیتا ہے اور اگر وہ اسے نہیں جانتا تو بلا جانے وہ اسے جواب دیتا ہے اور (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲) کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مردوں کی زیارت کے لئے جنت البقیع (کے قبرستان میں) جاتے تھے اور سلام کہتے تھے اور قرآن کریم میں شہداء کے بارے صراحۃً آیا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کی یہ حیات جسم (عنصری) کے ساتھ متعلق ہے تو حضرت انبیاء کرام اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اجسام سے کیوں متعلق نہ ہوگی؟ اور حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ امام منذری رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج کی رات سرخ ٹیلے کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

اور (تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۳۶۵) میں لکھتے ہیں کہ: ''ترد الیهم ارواحهم فی قبورهم فیتنعمون'' ان کی طرف ان کی ارواح قبور میں لوٹائی جاتی ہیں۔ سو وہ مزے کرتے ہیں اور اسی کو وہ جمہور کا اور صحیح قول قرار دیتے ہیں۔ حیات کے اور بھی متعدد معانی ہیں۔ اپنے اپنے موقع اور محل کے لحاظ سے وہ سب درست ہیں نہ تو ہمیں ان کا انکار ہے اور نہ وہ سب معانی یہاں مراد ہیں۔ خواہ مخواہ کی تطویل سے کیا فائدہ؟ اور عوام کو غیر متعلق اور لایعنی حوالوں اور ابحاث میں الجھانے سے کیا حاصل؟ مقصود کے پیش نظر ''خیر الکلام ماقل و دل'' کو ملحوظ رکھنا چاہئے ؎

عشق کے مکتب کا ہے یہ قاعدہ چپ رہو مطلب ادا ہو جائے گا

امام الحسین بن محمد الراغب رحمہ اللہ (المتوفی ۵۰۲ھ) کی عبارت نقل کرنے میں جناب نیلوی صاحب نے کوتاہی کی ہے۔ سیاق و سباق کی پوری عبارت نقل کر دیتے تو ان کے بے بنیاد دعویٰ کی جڑیں کٹ جاتیں۔ امام راغب رحمہ اللہ ''حیی'' کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے حیات کے متعدد معانی بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''والرابعة عبارة عن ارتفاع الغم وبهذا النظر قال الشاعر... لیس من مات فاستراح بمیت انما المیت میت الاحیاء وعلی هذا قوله عز و جل ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتاً بل احیآء عند ربهم ای هم متلذذون لما روی فی الاخبار الکثیرة فی ارواح الشهداء والخامسة الحیاة الاخرویة الابدیة وذلک یتوصل الیه بالحیاة التی هی العقل والعلم قال الله تعالٰی استجیبوا لله وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم وقوله یالیتنی قدمت لحیاتی یعنی بها الحیاة الاخرویة الدائمة'' (المفردات فی غریب القرآن ص ۱۳۸)

اور چوتھا معنی حیات کا غم کا دور ہونا ہے اور اسی معنی میں شاعر کہتا ہے کہ جو شخص مر گیا اور اسے راحت حاصل ہوگئی تو وہ مردہ نہیں ہے۔ مردہ تو وہ ہے جو زندوں میں رہ کر بھی مردہ ہو۔ (یعنی اسے سکھ اور چین نصیب نہ ہو) اور اس معنی کے رو سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم ہرگز ان لوگوں کو مردے نہ کہو جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مارے گئے بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ یعنی وہ مزے لوٹ رہے ہیں۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ میں شہداء کی ارواح کے بارے آیا ہے اور پانچواں معنی حیات اخرویہ ابدیہ ہے اور اس تک اس حیات کے ذریعہ سے رسائی ہوتی ہے جو عقل و علم سے حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور رسول کا حکم مانو جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ کا (کافر کے قول کی حکایت کرتے ہوئے) ارشاد ہے۔ کاش کہ میں اپنی حیات کے لئے کچھ آگے بھیجتا۔ اس حیات سے بھی حیات اخرویہ دائمہ مراد ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا حضرات شہداء کو صرف چوتھے معنی کی حیات ہی حاصل ہے اور وہ حیات کے پانچویں معنی سے محروم ہیں؟ اور کیا شہداء کے ابدان عنصریہ کو شہید کیا جاتا ہے یا ارواح کو؟ اور کیا مزے صرف ارواح

اڑاتی ہیں یا ابدان بھی؟ اگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد حضرات شہداء کو حیات اخرویہ دائمہ حاصل نہیں تو اور کس کو حاصل ہوگی؟ اور ہم تسکین الصدور، سماع الموتی، الشہاب المبین کے علاوہ اس پیش نظر کتاب میں بھی باحوالہ عرض کر چکے ہیں کہ بعد از وفات حیات اعادۃ الارواح الی الابدان العنصریۃ کے طریق سے حاصل ہے۔ گو وہ اہل دنیا کے شعور وادراک سے بالاتر ہے۔ یہی صحیح احادیث کا مفاد ہے اور یہی حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کا ارشاد ہے اور اسی پر اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ حضرات شہداء کے ابدان عنصریہ سے ان کی ارواح کا تعلق قائم ہوتے ہوئے بھی ان کی ارواح سبز رنگ کے طیاروں میں سوار ہو کر جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی پھریں۔ اس میں شرعاً کیا اشکال ہے؟ اور ان طیور (طیاروں) کے ساتھ ان کی ارواح کا ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ موتی اور ہیرے صندوق میں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ (یا آج کل جیسا کہ لوگ ہوائی جہاز یا ریل یا کار وغیرہ میں سفر کرتے ہیں۔ صفدر) نہ ایسا تعلق جیسا کہ ارواح کا ابدان دنیویہ کے ساتھ تدبیر کا تعلق تھا۔ (ملاحظہ ہو لمعات حاشیہ ترمذی ج ۱ ص ۱۹۷)

اگر جناب نیلوی صاحب حضرت امام راغب کا پیش کردہ شعر بھی نقل کر دیتے اور آگے حیات کا پانچواں معنی بھی ساتھ ہی نقل کر دیتے اور شہید کا معنی بھی سمجھتے تو حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی۔ مگر انہوں نے اسی میں خیر سمجھی کہ شعر نہ نقل کیا جائے جس سے حیات کے چوتھے معنی کی اصلیت واضح ہوتی ہے اور نہ پانچواں معنی نقل کیا اور نہ شہیدا مفہوم ہی بیان کیا کہ قتل اور شہید کس کو کیا جاتا ہے؟ مگر وہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے تو اپنے مطلب کے لئے ''لا تقربوا الصلوٰۃ'' کا جملہ ہی درکار ہے۔ سیاق وسباق سے مجھے کیا غرض؟

زمانے کے لب پہ زمانے کی باتیں مری دکھ بھری داستاں میرے دل میں

تفسیر مظہری کا حوالہ: جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب ؒ نے اموات کے معنی لکھے ہیں: ''امواتا غیر مستشعرین بالذات والنعماء'' یعنی انہیں مزوں اور نعمتوں کا شعور نہیں۔ (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۷۰)

الجواب: جناب نیلوی کی سمجھ اور فہم بھی عجائبات زمانہ میں سے ایک اعجوبہ ہے۔ اس انداز استدلال سے ان کا مقصد یہ ہے کہ شہداء کے اجساد عنصریہ مردے ہیں اور مزوں اور نعمتوں کے شعور سے بالکل محروم ہیں اور ان کا تلذذ و تنعم صرف ان کی ارواح سے متعلق ہے۔ مگر ان کا یہ استدلال قطعاً باطل ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہے: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیآء عند ربھم یرزقون'' اور تم ہرگز نہ خیال کرو ان لوگوں کے بارے جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔

بالکل ظاہر امر ہے کہ شہید کی نہ روح قتل کی جاتی ہے اور نہ جسد مثالی بلکہ اس کا جسد عنصری قتل کیا جاتا ہے اور رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ مردے نہیں بلکہ زندہ ہیں اور اپنے رب تعالیٰ کے ہاں وہ کھاتے پیتے ہیں۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ شہداء کے اجساد عنصریہ کو ''بل احیاء'' سے زندہ کہتے ہیں اور جناب نیلوی صاحب ان کو مردہ کہتے ہیں۔ اب فیصلہ قارئین کرام پر ہے کہ رب تعالیٰ کا ارشاد حق ہے یا جناب نیلوی صاحب کا خود ساختہ نظریہ؟

ثانیاً: اس لئے کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' اور نہ کہو ان کے بارے جو خدا کی راہ میں مارے گئے کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔

اس آیت کریمہ میں عدم شعور دنیا میں زندوں کی صفت بیان فرمائی ہے نہ کہ شہداء کی اور مطلب یہ ہے۔ اے زندو! اگر چہ شہداء قبر اور برزخ میں زندہ ہیں مگر تمہیں شعور نہیں۔ مگر جناب نیلوی صاحب پر تحقیق و تدقیق کا زور ہے۔ وہ عدم شعور شہداء کی صفت بناتے اور بتاتے ہیں۔

ثالثاً: اس لئے کہ "امواتاً لا تحسبن" کا مفعول اور غیر مستشعرین۔ امواتا کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے دنیا میں زندہ لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو ایسے مردے نہ سمجھو کہ وہ مزوں اور نعمتوں کا شعور نہ رکھتے ہوں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور بالکل عیاں ہے کہ زندہ بھی وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کئے گئے اور رزق بھی انہی کو ملتا ہے۔ جناب نیلوی صاحب کی یہ قرآن دانی ہے اور بقول خود وہ خادم قرآن اور درحقیقت وہ ہادم قرآن ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ کہ "لا تحسبن" کے فعل کو بمع حرف نفی کے بالکل نظر انداز کرتے ہیں اور امواتا کے جملہ کو جو مفعول ہے۔ مبتداء بنا کر غیر مستشعرین کو اس کی خبر بنا کر معنی یہ کرتے ہیں۔ یعنی انہیں مزوں اور نعمتوں کا شعور نہیں۔ اس قرآن فہمی پر افسوس بھی ہوتا ہے اور رنج بھی مگر وہ اپنی تحقیق پر خوب نازاں ہیں اور ان کے سطحی حواریوں نے انہیں خلاء تک پہنچا دیا ہے۔

جنوں کہتا ہے پندار جنوں کی انتہاء کر دوں مہ و انجم کو اس کے پائے ناک پر فدا کر دوں

رابعاً: اس لئے کہ جناب نیلوی صاحب کا بیان کردہ مطلب حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ کی مراد کے خلاف ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "ومن اجل ذلک الحیواة لا تاکل الارض اجسادھم ولا اکفانھم" (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۵۲)

اور اسی حیات کی وجہ سے زمین شہداء کے اجسام اور ان کے اکفان کو نہیں کھاتی۔

غور فرمائیں کہ حضرت قاضی صاحب تو شہداء کے اجساد عنصریہ کی حیات کے قائل ہیں کہ زمین نہ تو ان کے اجسام کو کھاتی ہے اور نہ ان کے اکفان کو۔ کیونکہ جو جسم کھانے کے لائق ہے وہ جسد عنصری ہے نہ کہ جسد مثالی جیسا کہ کسی بھی عاقل پر مخفی نہیں۔ جائیکہ عالم پر۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ: "والشھید لا یبلی فی القبر ولا یاکلہ الارض وھذا ایضاً اثر من آثار حیاتہ" (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۷۰)

اور قبر میں شہید بوسیدہ نہیں ہوتا اور نہ اس کو زمین کھاتی ہے اور یہ بھی اس کی حیات کے آثار میں سے ہے۔

اور یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ شہید کا جسم عنصری ہی قتل کیا جاتا ہے اور اسی کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور اسی کو زمین نہیں کھاتی اور نہ وہ بوسیدہ ہوتا ہے اور یہ اس کی حیات کے آثار ہیں۔ جناب نیلوی صاحب کا مسئلہ حیات میں غلو جنون کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ وہ جسد عنصری کے تعلق سے حیات کا تصور تک بھی نہیں کر سکتے۔ جہاں بھی لفظ حیات آتا ہے اس کی وہ یہی تاویل بلکہ تحریف کرتے ہیں کہ اس حیات سے جسد مثالی اور روح کی برزخی حیات مراد ہے۔ لیکن قرآن کریم، احادیث صحیحہ اور اہل السنت والجماعت کا واضح نظریہ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فقہ اکبر میں روشن فتویٰ ان پر ضرب کاری ہے۔ البتہ "لا نسلم" کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

خامساً: حضرات انبیاء کرام اور شہداء عظام علیہم السلام کا تو مقام ہی بہت بلند ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب عامۃ المومنین اور کفار کے بارے تحریر فرماتے ہیں کہ: "ان مقر ارواح المومنین فی علیین او فی السماء

السابعة ونحو ذلک کمامر ومقر ارواح الکفار فی سجین ومع ذلک لکل روح منها اتصال بجسده فی قبره لایدرک کهنه الا الله تعالٰی وبذالک الاتصال یصح ان یعرض علی الانسان المجموع المرکب من الجسد والروح مقعده من الجنة او النار ویحس اللذة او الالم ویسمع سلام الزائر ویجیب المنکر والنکیر ونحو ذلک مما ثبت بالکتاب والسنة'' (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۴)

بے شک مومنوں کی ارواح کا ٹھکانا علیین یا ساتواں آسمان اور اس کی مانند کوئی جگہ ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے اور کفار کی ارواح کا ٹھکانا سجین ہے لیکن بایں ہمہ ہر ایک روح کا اس جسم سے جو قبر میں ہے، تعلق ہے جس کی حقیقت بجز پروردگار کے کوئی اور نہیں جانتا اور اسی اتصال کی وجہ سے درست ہے کہ انسان پر جو جسم اور روح دونوں کا مجموعہ ہے۔ اس کا ٹھکانا جنت یا دوزخ پیش کیا جائے اور وہ لذت یا دکھ محسوس کرے اور زیارت کرنے والے کو سلام سنے اور منکر ونکیر کو جواب دے اور اسی طرح کے اور امور جن کا ثبوت کتاب وسنت سے ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تو عام مومنوں اور کفار کی ارواح کا تعلق بھی قبور میں ان کے اجساد عنصریہ کے ساتھ تسلیم کرتے اور ان کے دکھ اور سکھ کو محسوس کرنے اور زیارت کنندہ کے سلام کا ادراک کرنے اور منکر ونکیر کے سوالات کو سمجھ کر جوابات دینے کا اثبات کتاب وسنت کے حوالے سے کرتے ہیں اور جناب نیلوی صاحب ہیں جو حضرت قاضی صاحب کی عبارت سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ حضرات شہداء کے اجسام عنصریہ مزوں اور نعمتوں کے شعور سے محروم ہیں اور یہی کچھ بعض دیگر باطل فرقے کہتے ہیں مگر کیا کیا جائے؟

دشمنوں کے ساتھ میرے دوست بھی آزاد ہیں دیکھنا ہے کھینچتا ہے مجھ پر پہلا تیر کون؟

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''یرزقون من الجنة تاکید لکونهم احیاء'' شہداء کو جنت سے رزق دیا جاتا ہے اور یہ امر ان کے زندہ ہونے کی تاکید کرتا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۷۱)

غرضیکہ خود حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی واضح عبارتیں حضرات شہداء کی حیات جسمانی وعنصری کو عیاں کرتی ہیں اور ان کے لئے جنت سے رزق اور ان کے شعور کو اجاگر کرتی ہیں جن میں کوئی خفاء نہیں۔

وجہ اشتباہ ومغالطہ

معتزلہ وغیرہ باطل فرقوں نے تو صدیوں سے یہ مغالطہ پلے باندھ رکھا ہے کہ چونکہ قبر میں شہید وغیرہ کسی بھی صحیح جسد والے مردہ کی حیات ہمیں محسوس نہیں ہوتی اور نہ اس کا شعور مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس لئے حیات جسم عنصری سے متعلق نہیں بلکہ روح یا جسد مثالی سے وابستہ ہے اور یہی نظریہ جناب نیلوی صاحب نے ان سے چرایا یا محتاط الفاظ میں مستعار لیا ہے اور اسی غلط نظریہ کا رد حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ یوں کرتے ہیں: ''ولکن لاتشعرون فیه تنبیه علی ان حیاتهم لیست من جنس ما یحسه کل احد وانما هی امر لا یدرک بالعقل ولا بالحس بل بالوحی او الفراسة الصحیحة المقتبسة من الوحی'' (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۵۳)

اور لیکن تمہیں شعور نہیں۔ اس میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ شہداء کی حیات اس قسم کی نہیں جس کا ہر کوئی احساس کر سکے۔ یہ حیات ایسی ہے کہ نہ تو عقل سے اس کا ادراک ہوتا ہے اور نہ حس سے بلکہ اس کا ادراک صرف وحی سے ہوتا ہے یا فراست صحیحہ سے جو وحی سے حاصل ہے۔

اس عبارت میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے ان لوگوں کے اس باطل نظریہ کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے

جو یہ کہتے ہیں کہ اگر حیات کا یہ معنی ہے کہ روح کا جسد عنصری سے تعلق ہے تو پھر اس کا مشاہدہ اور احساس ہونا چاہئے اور ان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ وحی جلی و متلو میں "بل احیاء" اور وحی خفی و غیر متلو میں فتعاد روحہ فی جسدہ آیا ہے جس سے ان کی حیات ثابت ہے اور لغۃً لفظ عود اور اعادہ بھی اسی کو چاہتا ہے کہ روح اسی جسم کی طرف لوٹائی جائے جس میں پہلے دنیا میں وہ تھی اور وہ جسد عنصری ہی ہے نہ کہ مثالی اور اس وحی کے بعد اس حیات کا شعور واحساس اس فہم کامل اور فراست صحیحہ سے ہوتا ہے جو وحی سے حاصل ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اہل السنت والجماعت کو وہ فراست صحیحہ حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ حیات کے قائل ہیں اور اس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ جیسا کہ تسکین الصدور میں اس پر روشن حوالے مذکور ہیں اور اس کی مثال یوں دیتے ہیں جیسے سکتہ کا بیمار کو دیکھنے والے کو اس میں حیات نہیں نظر آتی۔ مگر ہوتا وہ زندہ ہے اور اس کی روح کا جسم عنصری سے باقاعدہ تعلق ہوتا ہے۔

جناب نیلوی صاحب کا بلا تفصیل کہ یہ کہنا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا اور کفن دیا گیا۔ اس لئے ان پر زندوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور شہداء کو غسل اور کفن کے بغیر دفن کیا جاتا ہے۔ لہٰذا وہ زندہ ہیں" مسلم نہیں۔

اولاً: تو اس لئے کہ اس کا کیا معقول ثبوت ہے کہ سب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا ہے؟

ثانیاً: اس لئے کہ بعض حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شہید بھی تو ہوئے۔ قرآن کریم میں "ویقتلون النبیین" اور "وقتلہم الانبیاء" اس کا واضح ثبوت ہے تو ان کو تو زندہ تسلیم کریں۔

ثالثاً: اس لئے کہ صرف اس شہید کو غسل اور کفن نہیں دیا جاتا جو میدان جنگ میں شہید ہو جائے اور وہاں سے اٹھا کر نہ لے جایا گیا ہو اور اس نے کھانے پینے اور دوا وغیرہ استعمال کرنے کا کوئی فائدہ نہ اٹھایا ہو جس کو حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ ارتثاث سے تعبیر کرتے ہیں۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۶۴، شرح وقایہ ج ۱ ص ۲۶۴)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں: "وتلک السنة فی من قتل فی المعترک فلم یدرک حتی مات واما من حمل منهم فعاش ماشاء الله بعد ذلک فانه یغسل ویصلّی علیه کما فعل بعمر رضی اللہ عنہ" (موطا امام مالک ص ۱۷۴ طبع مجتبائی دہلی)

اور یہ کارروائی ان شہداء سے ہوگی جو میدان جنگ میں شہید ہوئے اور کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور مر گئے۔ باقی رہا وہ شہید جو وہاں سے اٹھایا گیا اور وہ اس کے بعد زندہ رہا تو اس کا غسل بھی ہے اور جنازہ بھی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا گیا۔

اور اسی صفحہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "ان عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب غسل وکفن وصلی علیه وکان شهیداً برحمة الله" بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غسل اور کفن دیا گیا اور ان کی نماز جنازہ بھی ادا کی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شہید تھے۔ (موطا امام مالک رحمہ اللہ ص ۱۷۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احد پہاڑ پر تھے کہ وہ لرز گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پاؤں مبارک مارا اور فرمایا کہ ٹھہر جا تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔" (بخاری ج ۱ ص ۵۲۳)

اس صحیح حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ (ہیضہ وغیرہ) کی بیماری اور طاعون میں مرنے والے پانی میں ڈوب کر اور مکان و دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرجانے والے کو شہید قرار دیا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۹۰، ۷، ۳، ج ۳ ص ۱۴۲، ۱۴۳، مؤطا امام مالک ص ۴۶)

اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے مستقبل باب قائم کیا ہے (باب الشہادۃ سبع سوی القتل ج ۱ ص ۳۹۷) کہ قتل فی سبیل اللہ کے علاوہ شہید سات قسم کے ہیں۔ ان میں ان مذکورین کے علاوہ ذات الجنب، نمونیا اور سل اور دق مرنے والا اور والمراۃ تموت بجمع یعنی وہ عورت جو بچے کی پیدائش کے وقت دردزہ میں فوت ہو جائے بھی شامل ہیں۔

(الجامع الصغیر ج ۲ ص ۴۲ مالک حم دن ہ حب ک، صحیح)

اور کوئی مومن سمندری سفر طے کرتے وقت سر چکرانے سے مرجائے تو وہ بھی شہید ہے اور ڈوب کر مرجانے والا تو ڈبل شہید ہے۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۷، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۳۳)

اسی طرح وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلا اور مرگیا یا قتل کردیا گیا یا گھوڑے یا اونٹ سے گر کر گردن ٹوٹ گئی یا سانپ وغیرہ کوئی کیڑا الڑ گیا اور وہ مرگیا یا اپنی چارپائی پر جس طرح بھی مرگیا تو وہ شہید ہے۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۸، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۳۳)

اور اسی طرح مومن اپنا مال، دین اہل وعیال جان اور اپنے جائز حق کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا شہید ہے۔ (نسائی ج ۲ ص ۱۵۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت طلب کی تو اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے درجات پر پہنچا دے گا۔ اگرچہ وہ اپنی چارپائی پر مرا ہے۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۴۱)

اور اس کے علاوہ بھی بے شمار شہداء ہیں اور ان سب کو غسل اور کفن دیا جاتا ہے۔ غرضیکہ جناب نیلوی صاحب کا مطلقاً یہ کہنا کہ شہداء کو غسل اور کفن نہیں دیا جاتا۔ کتب حدیث اور فقہ سے بے خبری پر مبنی ہے۔

رابعاً: اس لئے کہ جناب نیلوی صاحب (الکتاب المسطور ج ۱ ص ۹) میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے لکھتے ہیں کہ: ''ان کے اجساد عنصریہ میں روحیں نہیں ہیں۔ ان کا صحیح سلامت رہنا بھی تو کمال قدرت الٰہیہ کا ظہور ہے۔ ورنہ بے روح چیز تو زمین کا لقمہ بن جاتی ہے۔''

گویا ان کے نزدیک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس لئے زندہ نہیں کہ قبور میں ان کے اجساد عنصریہ سے ارواح طیبہ کا تعلق نہیں۔ وہ ان کے نزدیک صرف اس معنی میں زندہ ہیں کہ ان کی ارواح زندہ ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ شہداء کو جو وہ زندہ کہتے ہیں تو کس معنی میں زندہ کہتے ہیں۔ اگر اس معنی میں زندہ کہتے ہیں (جس کا وہ اس نہج پر پہنچ کر تصور بھی نہیں کر سکتے) کہ ان کی ارواح کا ان کے اجساد عنصریہ سے تعلق ہے تو یہ تو اہل حق کا مسلک ہے اور جناب نیلوی صاحب تو اس حق مسلک کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہیں اور اگر اس معنی میں زندہ کہتے ہیں کہ ان کے ارواح زندہ ہیں تو پھر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور حضرات شہداء میں تفریق کا کیا مطلب؟ ارواح تو سبھی کی زندہ ہیں؟ پھر شہداء پر زندوں کا اطلاق کرنا اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر زندوں کا اطلاق نہ کرنا۔ کیونکر درست اور صحیح ہے؟

جناب نیلوی صاحب کی اس نرالی منطق اور افسانہ کو کون سمجھے گا؟ مگر وہ کہہ دیں گے کہ ؎

حال دل احوال غم شرح تمنا عرض شوق
بے خودی میں کہہ گئے افسانہ در افسانہ ہم

جناب نیلوی صاحب کی یہ منطق بھی بڑی ہی نرالی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد عنصریہ کو ارواح کے تعلق کے بغیر محفوظ تسلیم کرنے میں تو قدرت الٰہیہ کا ظہور ہے۔ مگر کیا ان کے اجساد عنصریہ سے ارواح مبارکہ کے تعلق سے ان کے محفوظ وسلامت رہنے میں رب تعالیٰ کی قدرت معاذ اللہ تعالیٰ مفقود ہو جاتی ہے؟ کیا اس کی قدرت کاملہ کا ظہور اس طرح نہیں ہو سکتا کہ ارواح طیبہ کا تعلق ابدان مبارکہ سے بھی ہو اور علیین اور جنت سے بھی تعلق برقرار رہے کہ عقل انسانی تو اس مقام میں دنگ وحیرت زدہ رہ جاتی ہے۔ مگر قدرت الٰہیہ کا ظہور علیٰ وجہ الاتم ہوتا ہے۔ جیسا کہ تمام اہل حق اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ نہ تو قدرت الٰہیہ اور احادیث صحیحہ کا انکار ہو اور نہ اہل حق کا دامن چھوٹے اور نہ وہ خفا ہوں کہ نہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی ؎

دل جائے جان جائے قیامت ہی کیوں نہ آئے — سب کچھ مجھے قبول ہے مگر تو خفا نہ ہو

نرالی منطق

جناب نیلوی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''احادیث میں عذاب وثواب کے واقعات اکثر جو آئے ہیں اسی ارواح کے عذاب وثواب کو بتایا گیا ہے۔ اگر بدن کے ذرات جہاں بھی منتشر ہو کر اڑ جائیں۔ برزخی عذاب ہر ہر ذرہ کا ہوتا رہے گا جو محسوس نہیں۔ بسیط عذاب غیر محسوس غیر شعوری حقیقی عذاب ہوگا۔ کیونکہ حیات بھی غیر شعوری غیر ترکیبی ہے۔ اس پر عذاب بھی ثواب بھی غیر محسوس، غیر شعوری ہوگا۔ کما لا یخفی علی المؤمن اللبیب'' (شفاء الصدور طبع اول ص ۳۶، ۱۰۵)

اس عبارت میں جناب نیلوی صاحب عذاب وثواب کا تعلق ارواح سے مانتے ہیں اور یہ نظریہ جمہور اہل السنت والجماعت کے حق ومنصور مسلک کے خلاف ہے۔ تسکین الصدور ملاحظہ فرمائیں اور پھر متصل خود ہی اپنے اس غلط نظریہ کا رد کرتے ہیں کہ بدن کے ذرہ ذرہ کو برزخی عذاب ہوتا ہے۔ یہاں بدن سے ان کی کیا مراد ہے؟ اگر بدن مثالی ہے تو وہ ذرہ ذرہ نہیں ہوتا اور اگر بدن عنصری مراد ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ عذاب روح کے تعلق کے بغیر ہوتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہم نے (تسکین الصدور ص ۸۶) میں علامہ خیالی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ قول نری حماقت ہے اور اگر روح کے تعلق سے ہے تو اہل حق کا قول تسلیم کر لیا جس کے لئے جناب نیلوی صاحب کا ذہن کسی قیمت پر آمادہ نہیں ہے۔ ہاں! مجبور ہو جائیں تو معاملہ الگ ہے ؎

مجبوریوں پہ اشک بہانا کبھی کبھی — جز اس کے اور کیا ہے میرے اختیار میں

عجیب شوشہ

جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''شہداء پر زندوں کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام پر زندوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی وفات کے بعد کپڑوں سمیت غسل دیا گیا اور کفن دیا گیا اور ان کے ساتھ شہیدوں کا سا برتاؤ نہیں کیا گیا کہ بغیر غسل دیئے ان کے معصوم مطہر معطر ومقدس اجساد طیبہ کو زیب تن کپڑوں کے ساتھ دفن کیا گیا ہو اور یہ بات سب امت کے نزدیک متفق علیہ ومجمع علیہ ہے۔ کسی ایک فرد کا اس میں اختلاف نہیں۔ سو اس معنیٰ کی رو سے سب کے نزدیک ان پر میت کا اطلاق درست ہوا اور ''حیّ'' کا اطلاق اس معنیٰ کی رو سے درست نہیں۔'' (الکتاب المسطور ج ۱ ص ۱۰)

اور (ص ۹) میں لکھتے ہیں کہ: ''ان اجساد عنصریہ میں روحیں نہیں ہیں۔ ان کا صحیح سلامت رہنا بھی کمال

قدرت الٰہیہ کا ظہور ہے۔ ورنہ بے روح کی چیز تو زمین کا لقمہ بن جاتی ہے۔''

الجواب: جناب نیلوی صاحب کہتے ہیں کہ شہداء زندہ ہیں۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام پر زندوں کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ شاید مولانا حالی رحمہ اللہ نے ایسے ہی غالی لوگوں کے بارے یہ فرمایا ہے کہ ؎

شہیدوں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

ہم نے (تسکین الصدور ص ۲۷۵، ۲۷۶ طبع دوم) میں جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کا یہ فتویٰ بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن نقل کیا ہے جس پر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے پچاس علماء کرام کی تصدیقات اور دستخط موجود ہیں۔ جن میں: (۱) مولانا نصیرالدین صاحب غورغشتوی، (۲) مولانا ولی اللہ صاحب انہی ضلع گجرات، (۳) مولانا غلام اللہ خاں صاحب، (۴) مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر، (۵) مولانا قاضی شمس الدین صاحب، (۶) مولانا قاضی نور محمد صاحب، (۷) مولانا احمد حسین سجاد بخاری، (۸) حضرت مولانا قاضی غلام مصطفیٰ صاحب مرجانوی، (۹) اور حضرت مولانا قاضی محمد عصمۃ اللہ صاحب وغیرہم رحمہم اللہ ہیں۔

اس کے الفاظ یہ ہیں: اور اس عالم دنیا سے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں (یعنی قبر میں جیسا کہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ کے حوالہ سے عرض کیا جاچکا ہے۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم (لاشک۔ صفدر) مثل شہداء سے بھی اعلیٰ وارفع حیات برزخیہ عطاء فرمائی گئی۔ وہ حیات دنیوی نہیں بلکہ اس سے بدرجہا اعلیٰ ارفع اجمل وافضل حیات برزخیہ ہے نہ کہ حیات دنیویہ۔ لیکن اگر کوئی اس حیات کو دنیوی کے نام سے تعبیر کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات برزخیہ سے بھی انکار نہ کرے تو اس کو جماعت اہل السنت سے خارج نہیں کرنا چاہئے۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ جنوری ۱۹۶۰ء ص ۳۲)

جمعیۃ اشاعۃ التوحید السنۃ کے یہ تمام اکابر علماء تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیوی حیات سے بھی بدرجہا اعلیٰ حیات کا اثبات اور اس کا اطلاق کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارفع حیات برزخیہ حاصل ہے اور جناب نیلوی صاحب کہتے ہیں کہ شہداء پر تو زندوں کا اطلاق ہوسکتا ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام پر زندوں کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

قرآن کریم میں ''وقتلھم الانبیاء'' اور ''ویقتلون النبیین'' کا ارشاد بھی موجود ہے کہ بعض حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو کافروں اور ظالموں نے شہید بھی کیا ہے۔ مگر جناب نیلوی صاحب پر ممات انبیاء (علیہم السلام) کے مسئلہ کا نظریہ۔ بھوت اور نشہ اس قدر سوار اور غالب ہے کہ وہ ان حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی جو شہید ہوئے بعنوان انبیاء زندہ نہیں مانتے اور نہ انہیں مستثنیٰ کرتے ہیں۔ بعنوان شہداء ان کو زندہ تسلیم کرنے میں ان کے نبوت اور رسالت کے اعلیٰ درجہ سے اغماض ہے۔ کما لا یخفی! مگر کیا کیا جائے جناب نیلوی صاحب بقول خود وزعم خویش خادم قرآن ہیں۔ کاش! وہ کسی حقیقی خادم قرآن سے استفادہ کرتے تو قدم قدم پر ٹھوکریں نہ کھاتے۔ اس لئے کہ ؎

خار کو پھر گل کی صحبت سے ملا حسن جمیل تھا یہ بے رونق بیاباں پر گلستان ہو گیا

رہا جناب نیلوی صاحب کا یہ نظریہ کہ چونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا اور کفن بھی دیا گیا۔ لہٰذا وہ زندہ نہیں عجیب منطق ہے۔ کیا کپڑوں سمیت غسل دینا اور کفن دینا موت کی علت ہے؟ کپڑوں سمیت غسل کرنے والے اور لباس آخرت یعنی احرام کی سفید چادروں میں چلنے پھرنے والے کیا کبھی مردے ہوتے ہیں؟

اور جناب نیلوی صاحب یہ علمی بات بھی بالکل نظرانداز کر گئے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی بعض

خصوصیات بھی ہیں۔ اگر بالفرض سب کے لئے کسی صحیح مرفوع اور صریح حدیث سے کپڑوں سمیت غسل دینا ثابت ہو جائے تو یہ ان کی خصوصیات میں سے ہوگا نہ یہ کہ موت کی علت ہوگی۔ جیسا کہ انہوں نے بلا وجہ یہ سمجھ رکھا ہے اور ہم نے تسکین الصدور وغیرہ میں صراحت کے ساتھ یہ بات عرض کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ''انک میت'' وغیرہ نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ کی وفات کا کوئی منکر نہیں۔ بعض حضرات نے لفظ وفات کی تشریح اپنے ذوق اور انداز سے کی ہے۔ مگر وفات کا انکار نہیں کیا۔ جیسا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ وغیرہ اور جمہور اہل اسلام وفات کا معنی انقطاع الروح عن الجسد کرتے ہیں اور غسل دیتے اور کفن پہناتے وقت یہی کیفیت ہوتی ہے۔ ہاں! قبر میں دفن کر چکنے کے بعد صحیح بلکہ متواتر حدیث ''فتعاد روحہ فی جسدہ'' کے مطابق اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ارشاد کے موافق ''واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق'' (فقہ اکبر) قبر میں حیات تسلیم کرتے ہیں اور اسی پر واضح دلائل موجود ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب میں بھی اختصاراً بعض حوالے مذکور ہیں۔ جناب نیلوی صاحب خود (الکتاب المسطور ج۱ ص۳۵۱) میں (فتاویٰ دارالعلوم ج۵ ص۴۷۶) کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات قوی تر ہے۔ اس کے بعد شہداء کی پھر جملہ مومنین ومومنات کی درجہ بدرجہ اور نصوص صرف انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات میں وارد ہیں۔''

اور (ص۳۵۰) میں (کفایت المفتی ج۱ ص۶۸) کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔ اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے۔ دنیا کے اعتبار سے تو وہ سب اموات میں داخل ہیں۔ ''انک میت وانھم میتون'' اس کی صریح دلیل ہے۔''

ان عبارات سے واضح ہوا کہ قبور میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی حیات حاصل ہے اور شہداء سے اعلیٰ درجہ کی ہے۔ گو یہ حیات برزخی ہے کہ دنیا کی زندگی کے لوازم اس میں نہیں پائے جاتے۔ مگر ہے حیات اور دنیا کے اعتبار سے وہ اموات بھی ہیں۔ کیونکہ وہ حیات اہل دنیا کے شعور سے بالاتر ہے۔ ''ولکن لاتشعرون''

جناب نیلوی صاحب نے جو یہ لکھا کہ شہداء پر زندوں کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ مگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر زندوں کا اطلاق نہیں ہوسکتا تو گویا خود ہی اپنے سابق باطل نظریہ کی فتاویٰ دارالعلوم اور کفایت المفتی کے صریح اور جاندار حوالوں سے تردید کردی ہے۔ مگر مجذوب ہونے کی وجہ سے قاصر رہے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ ہم ان کے محرم اسرار ہیں ؎

اے قطرۂ ساحل نہ الجھ میرے جنوں سے ناداں نہ سکوں پائے گا ٹکرا کے بھنور سے

خود اپنی تردید

جناب نیلوی صاحب نے تسکین الصدور میں پیش کردہ ٹھوس حوالوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ وہ یوں کہ ہمارے ہی بعض نقل کردہ حوالوں کو بنیاد بنا کر حضرات فقہاء کرام اور متکلمین اہل سنت کا حوالہ دے کر تحریر کرتے ہیں کہ: ''قبر کا عذاب یا ثواب محسوس کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے صرف اسی قدر حس اور ادراک میت میں پیدا کرتا ہے کہ جس قدر سے وہ عذاب کے الم اور ثواب کی لذت کو جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے پہنچتی ہے، محسوس اور دریافت کر سکتا ہے۔ زیادہ کا ادراک نہیں ہے۔ اس دعویٰ پر دلیل کے لئے عامہ کتب فقہ حنفیہ کی ایسی عبارتیں موجود ہیں جو عامہ علمائے حنفیہ اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ اور تمام اہل السنت کا یہی عقیدہ ثابت کرتی ہیں۔'' (الکتاب المسطور ج۱ ص۱۸)

ظاہر بات ہے کہ لفظ میت سے جسد عنصری ہی مراد ہے کیونکہ نہ تو روح میت ہے اور نہ جسد مثالی۔ اب سوال یہ ہے میت میں یہ حس وادراک کیسے پیدا ہوتی ہے؟ (تسکین الصدور ص ۱۰۱) میں ہم نے صحیح حدیث کے حوالہ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

فتعاد روحه فی جسده اور (تسکین الصدور ص ۱۵۳) میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی الفقہ الاکبر کا حوالہ نقل کیا ہے: ''واعادة الروح الی العبد فی قبره حق'' اور (ص ۱۳۰، ۱۳۲) میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حوالہ نقل کیا ہے کہ: ''الاحادیث متواترة علیٰ عود الروح الیٰ البدن وقت السوال''

اور (ص ۱۲۹) میں حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے: ''ومعلوم ان هذا کله للجسد بواسطة الروح'' اور (ص ۱۵۵) میں حضرت امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: ''والایمان بملک الموت بقبض الارواح ثم ترد فی الاجساد فی القبور'' اور (ص ۱۵۵) میں حضرت امام نووی رحمہ اللہ سے اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ نقل کیا ہے: ''بعد اعادة الروح الیه او الی جزء منه'' اور (ص ۱۵۸) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا حوالہ نقل کیا ہے کہ جمہور فرماتے ہیں: ''تعاد الروح الیٰ الجسد او بعضه'' اور (ص ۱۶۱) میں علامہ عینی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اکثر اہل السنۃ یہ فرماتے ہیں: ''ان الارواح تعاد الی اجساد'' اور (ص ۱۶۵) میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ کا حوالہ نقل کیا ہے: ''والجمهور علی عود الروح الی الجسد او بعضه'' اور (ص ۱۶۷) میں علامہ سبکی کا حوالہ نقل کیا ہے: ''ان حیات جمیع الموتی بارواحهم واجسامهم فی قبورهم لا شک فیها'' اور (ص ۱۶۶) میں امام الحرمین رحمہ اللہ کے حوالہ سے سلف امت کا اتفاق اس پر نقل کیا ہے: ''واحیاء الموتی فی قبورهم ورد الارواح فی اجسادهم'' اور (ص ۱۶۷) میں مواقف کے حوالہ سے لکھا ہے: ''واحیاء الموتی فی قبورهم'' اور (ص ۱۶۹) میں شرح مواقف کے حوالہ سے لکھا ہے: ''واذ اثبت التعذیب ثبت الاحیاء'' اور (ص ۱۷۰) میں فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا ہے: ''الحق ان المیت المعذب فی قبره توضع فیه الحیٰوة بقدر ما یحسس بالالم'' اور (ص ۱۸۲) میں امام غزالی رحمہ اللہ کا حوالہ نقل کیا ہے: ''ولا یبعد ان تعاد الروح الی الجسد فی القبر'' اور (ص ۱۸۹) ''العرف الشذی'' کا حوالہ نقل کیا ہے کہ عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور یہی قول مشہور ہے۔

اور (ص ۱۹۱) فتاویٰ دارالعلوم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے۔ وغیرہ وغیرہ! دیگر متعدد حوالے اسی میں دیکھ لیں۔ الحاصل! حضرات فقہاء کرام اور متکلمین رحمہم اللہ قبر میں حس وادراک شعور اور حیات اعادۂ روح الی الجسد کی بناء پر تسلیم کرتے ہیں۔ مگر جناب نیلوی صاحب ان اکابر میں سے کسی ایک کی بات سننے پر آمادہ نہیں۔ انہوں نے (الکتاب المسطور ج ۱ ص ۲۲ تا ص ۲۷) میں غیر متعلق اور غیر واضح حوالے جوڑ کر سارا روز ہی اس پر صرف کیا ہے کہ روح کا بدن عنصری سے تعلق نہیں بلکہ ان اجزائے اصلیہ سے ہے جن سے انسان بنایا گیا اور جو بوسیدہ نہیں ہوتے۔ مثلاً عجب الذنب (یعنی دم گزہ) مگر یہ ساری کاوش بے سود ہے۔ اس لئے کہ جن مردوں کے اجزاء خاک ہو جاتے ہیں یا جن کو درندے پرندے اور مچھلیاں وغیرہ جانور کھا جاتے ہیں۔ اگر ان کے بارے یہ بات کہی جائے تو حضرات متکلمین اور فقہاء عظام رحمہم اللہ نے باطل فرقوں کے جواب میں بطور تخلص کے یہ جواب ذکر کیا ہے لیکن روح کا یہ تعلق پھر بھی تو بالآخر بدن عنصری ہی کے اجزاء سے رہا نہ کہ بدن مثالی کے اجزاء سے ''کما لا یخفی'' قطع نظر اس کے بے شمار مردے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اجساد عنصریہ صحیح وسالم ہوتے ہیں تو ان کی طرف ارواح کے اعادہ میں

کیا اشکال ہے؟ اور ان کے لئے عجب الذنب (دم گزہ) اور ذرات کے ساتھ حیات کے تعلق کا کیا داعیہ اور مجبوری ہے؟ جناب نیلوی صاحب نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قبور میں اجساد عنصریہ کے بالکل صحیح سلامت بلا تغیر وتبدل کو (کتاب المسطور ج ۱ ص ۹) میں اجمالاً تسلیم کیا ہے اور (ج ۲ ص ۲۰۱) میں یہ عنوان قائم کیا ہے۔ سلامت اجساد انبیاء علیہم السلام امت مسلمہ میں مسلم ہے اور پھر (ج ۲ ص ۲۰۱ تا ۲۰۶) اس پر متعدد حوالے اور حدیثیں نقل کی ہے اور پھر (ص ۲۰۶) میں تفسیر مظہری کے حوالہ سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ حافظ قرآن کا جسم بھی قبر میں محفوظ رہتا ہے اور پھر قتادہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جس نے کوئی گناہ نہ کیا۔ اس کا جسم بھی محفوظ رہتا ہے اور زمین اس کو نہیں کھاتی تو گزارش ہے کہ جن کے اجسام قبور میں محفوظ ہیں۔ ان کی طرف تو اعادۂ ارواح کو تسلیم کر لیں۔ جیسا کہ احادیث متواترہ، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام احمد بن حنبل اور جمہور امت کا عقیدہ اور مسلک ہے اور ان کے صحیح اور صریح اقوال سے یہ ثابت ہے۔

جناب نیلوی صاحب آخرت کی فکر کیجئے اور مرنے سے قبل ہی صحیح اور متواتر احادیث حضرات فقہاء کرام، حضرات متکلمین اور جمہور امت پر اعتماد بحال کر لیجئے۔ ان شاء العزیز پشیمان تو آپ ضرور ہوں گے۔ مگر بہت سے سادہ لوح، ضدی اور متعصب لوگوں کو گمراہ کر کے بقول غالب رحمہ اللہ ۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ظلم عظیم

قارئین کرام! صد افسوس اور ہزار بار حیرت ہوتی ہے۔ جناب نیلوی صاحب کی تحقیق اور ہٹ دھرمی پر کہ وہ مومن تو رہے درکنار کفار کے اجسام کے ذرات تک میں حس وادراک تسلیم کر کے انہیں سزا یافتہ مانتے ہیں۔ مگر جب باری آتی ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تو ان کے اجساد مبارکہ کو صحیح سلامت مانتے ہوئے بھی ان کے ابدان سے ارواح طیبات کا تعلق نہیں مانتے اور واضح الفاظ میں تحریر کرتے ہیں کہ: ''ان کے اجساد عنصریہ میں روحیں نہیں ہیں۔'' (الکتاب المسطور ج ۱ ص ۹)

یہ ہے نیلوی صاحب کا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے عشق ومحبت لاحول ولاقوۃ الا باللہ! اگر وہ کہہ سکتے ہیں۔

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا؟

فتویٰ مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ

یہ عنوان قائم کر کے جناب نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت استاذی وشیخی مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۶۸) میں تحریر فرماتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔ اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے۔ دنیا کے اعتبار سے وہ سب اموات میں داخل ہیں۔ ''انک میت وانھم میتون'' اس کی صریح دلیل ہے۔'' (الکتاب المسطور ج ۱ ص ۳۵۰)

اس کے بعد کفایت المفتی کے حوالہ سے دو تین فتوے اور نقل کئے ہیں۔

الجواب: جناب نیلوی صاحب کی حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت میں لفظ برزخی زندگی سے کیا مراد ہے؟ اور وہ اس سے کیا سمجھے ہیں؟ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ آپ کی زندگی قبر اور برزخ

میں ہے اور دنیوی زندگی کے تمام آثار اور لوازمات اس میں نہیں پائے جاتے کہ دیکھنے والوں کو محسوس ہوں تو بجا ہے اس کا کون منکر ہے؟ اور اگر یہ مراد ہو کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی عبارت میں برزخی زندگی سے یہ مراد ہے کہ روح مبارک کا قبر شریف میں جسد اطہر سے تعلق نہیں اور آپ ﷺ عند القبر صلوٰۃ والسلام نہیں سنتے تو قطعاً باطل ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم کسی اور کی عبارت سے اس کی تشریح کریں۔ خود حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ ہی کی کفایت المفتی کی عبارت کو ہم حکم تسلیم کرتے ہیں۔

سوال: مولود میں لفظ یا رسول اللہ السلام علیک۔ یا حبیب سلام علیک پکار کر کہنا اس غرض سے کہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک محفل میلاد میں آتی ہے۔ لہٰذا برائے تعظیم کھڑے ہو کر لفظ مذکور کو پکار کر کہتے ہیں آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یا رسول و یا حبیب نداء کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ تک ہماری نداء اور خطاب پہنچ جاتا ہے۔ جائز اور درست ہے۔ کیونکہ بعض روایات معتبرہ سے۔ ثابت ہے کہ باری تعالیٰ و تقدس نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے کہ اس کو ایسی قوت سامعہ عطاء فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت نبوی میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت جواب دیتے ہیں (اور پھر آگے نزل الابرار کے حوالہ سے صحیح حدیث نقل کر کے اس کا ترجمہ نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں) ہاں! اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے۔ اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔

اوّل: یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہو جاتا ہے یا کم از کم زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے۔ باعث توہین ہے نہ کہ موجب تعظیم اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر ہر مجلس مولود میں آپ ﷺ کی موجودگی بدن اور روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشف وعلم کے؟ پہلی صورت بداہۃً باطل ہے اور دوسری صورت بے ثبوت اور بعض اعتبار سے موجب شرک ہے کہ آن واحد میں مجالس کثیرہ کا علم ہونا اس طرح کہ گویا آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ یہ خاصہ ذات احدیت ہے۔ آنحضرت ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے۔" (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۹ تا ۱۶۱)

قارئین کرام! جناب نیلوی صاحب کے استاذ محترم مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ امور صراحت و وضاحت سے ثابت ہیں۔

۱...... آنحضرت ﷺ عند القبر صلوٰۃ وسلام سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔

۲...... آپ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں اور یہ اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے۔

۳...... آپ ﷺ کی زندگی روح مبارک کے اس جسد اطہر کے ساتھ تعلق سے ہے جو قبر شریف میں ہے۔

۴...... اگر اس جسد اطہر سے روح مبارک کی مفارقت اور جدائی مانی جائے تو آپ ﷺ کا قبر میں زندہ ہونا باطل ہو جاتا ہے یا کم از کم زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔

۵...... اور آپ ﷺ کو قبر مبارک میں زندہ نہ تسلیم کرنا یا کم از کم زندگی میں فرق ماننا باعث توہین ہے نہ کہ موجب تعظیم۔
یہ سب باتیں حضرت مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ کی اپنی عبارت میں موجود و مذکور ہیں۔

جناب نیلوی صاحب! خدارا بتائیں کہ آپ کے استاد محترم کیا فرماتے ہیں اور آپ کیا کہتے ہیں؟ اور آپ اہل سنت والجماعت اور اپنے استاذ محترم کے مسلک کو چھوڑ کر آنحضرت ﷺ کی (معاذ اللہ تعالیٰ) توہین کے مرتکب بھی ہیں اور آپ ﷺ کی توہین کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا۔ جناب نیلوی صاحب! آپ تعصب عناد اور انا کو چھوڑ دیں۔ اپنے اور اپنے بعض جذباتی اور سطحی اذہان والے حواریوں کے ایمان کی فکر کریں۔ ہمیں آپ کی اور آپ کے حواریوں کی خیر خواہی مطلوب ہے نہ کہ بدخواہی ؎

کہو یارو تمہیں کیسا لگے ہے؟ وہ ظالم جو مجھے اچھا لگے ہے

مطالبہ: بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے تسکین الصدور وغیرہ میں جو چیلنج کیا تھا اس سے جناب نیلوی صاحب خوب سر پٹائے، بوکھلائے اور سیخ پا ہوئے ہیں مگر اس کا جواب تا ہنوز نہیں دے سکے اور نہ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک دے سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ بلاشبہ بے شمار علماء ملت اور اکابر فقہاء نے آنحضرت ﷺ کی بعد از وفات زندگی پر برزخی حیات کا اطلاق کیا ہے اور کسی کو اس سے انکار نہیں اور نہ انکار کی گنجائش ہے۔ بلا وجہ جناب نیلوی صاحب نے برزخی حیات کے اثبات کے لئے الکتاب المسطور اور ندائے حق وغیرہ میں صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔ لیکن ان تمام بزرگوں میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت ﷺ عند القبر صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے اور قبر مبارک میں آپ ﷺ کے جسد اطہر کا روح مطہر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ہے جناب نیلوی صاحب میں دم خم تو بغیر ہیرا پھیری کے کم از کم ایک ہی حوالہ آنحضرت ﷺ کی حیات برزخیہ تسلیم کرنے والوں سے صریح الفاظ میں یہ بتا دیں کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کا جسد اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ عند القبر صلوٰۃ والسلام نہیں سنتے۔ جان چھڑانے کے لئے یہ لکھ دینا کہ دلیل مثبت پر ہوتی ہے نافی پر نہیں ہوتی محض طفل تسلی ہے جس سے کوئی بھی سمجھدار مطمئن نہیں ہوسکتا۔ بات لگی لپٹی بغیر کہیں ؎

لو ہم بتائیں غنچہ و گل میں ہے فرق کیا؟ اک بات ہے کہی ہوئی اک بے کہی ہوئی

ہم پہلے باحوالہ عرض کر چکے ہیں کہ جو حضرات حیات دنیویہ کا جملہ بولتے ہیں تو ان کی مراد ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات نہیں ہوئی یا قبر مبارک میں بھی اسی طرح کی حیات ہے جو بعینہ دنیا میں تھی کہ ہر ایک کو وہ محسوس و مدرک تھی اور دنیوی زندگی کے تمام لوازم اس سے وابستہ ہیں۔ جیسا کہ شیعہ، شنیعہ اور بریلوی حضرات ازواج مطہرات سے شب باشی تک کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اہل حق برزخی کے ساتھ دنیوی کا اطلاق محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ واضح ہو جائے کہ قبر شریف میں آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کا اس جسد اطہر سے تعلق ہے جو آپ ﷺ کو دنیا میں حاصل تھا نہ تو صرف روح کی حیات ہے اور نہ روح مبارک کا جسد مثالی سے تعلق ہے۔ کیونکہ جب امت مسلمہ کے اتفاق سے آپ ﷺ کا جسد مبارک قبر شریف میں موجود و محفوظ ہے تو اس کے ہوتے ہوئے جسد مثالی ماننے کا کیا داعیہ ہے؟ قارئین کرام! اس بات کو بخوبی سمجھنے کی کوشش کریں۔ جناب نیلوی صاحب آپ حضرات کو اہل السنت والجماعت کی سیدھی لائن اور صراط مستقیم کی بہاروں سے ہٹا کر سنسان جنگل میں پھینکنے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

بہاریں لے کے آئے تھے جہاں تم وہ گھر سنسان جنگل ہو گئے ہیں

اجساد مثالیہ

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اجساد مثالیہ کا ہمیں انکار نہیں۔ جہاں ابدان عنصریہ نہ جا سکیں وہاں وہ ارواح کا مرکب اور سواری بن سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرات شہداء کی ارواح کے لئے طیور کا لفظ وارد ہوا ہے۔ لیکن ارواح ان میں تدبیر نہیں کرتیں۔ جیسا کہ دنیا میں اجساد عنصریہ میں تدبیر کرتی تھیں۔ جناب نیلوی صاحب نے بلاضرورت اور بلاوجہ (الکتاب المسطور ج۱ ص ۱۰ تا ص ۱۳) میں عمدۃ القاری (اور لطف کی بات یہ ہے کہ جمہور کی طرف سے تسکین الصدور میں حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ سے صحیح کے ساتھ اعمش رحمہ اللہ کی روایت پیش کی گئی تو نیلوی صاحب نے اس میں بلاوجہ کیڑے نکالے اور خود (ج۱ ص۱۱) میں اعمش رحمہ اللہ کی روایت استدلال میں پیش کرتے ہیں اور ایسی چپ سادھ لی ہے۔ جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ صفدر) شرح الصدور، حاشیہ ترمذی اور روح المعانی سے کچھ روایات نقل کرتے ہیں جن سے اجساد مثالیہ کا ثبوت مطلوب ہے اور پھر (ج۱ ص۱۵) میں سوال و جواب کی صورت میں روح کے جسد مثالی میں داخل ہونے کا اثبات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مجتہد نہیں ہیں۔ پایہ اجتہاد کا نہیں رکھتے۔ ہم تو سلف صالحین رحمہم اللہ کی بات کو لے کر اس پر کاربند ہو جاتے ہیں۔ جب حضرت عبداللہ بن المبارک کے طریق سے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان معلوم ہو گیا۔ پھر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سلف و خلف کے نزدیک بھی یہی مسلک صحیح ہے کہ ان ابدان محسوسہ سے نکل کر روح دوسرے مثالی جسم میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر انکار کی ہمیں کوئی گنجائش نہیں۔ ہاں! اگر کوئی پرویزی ذہن کا نہ مانے تو ہم اس کو منوانے کے مکلف نہیں۔" (ج۱ ص۱۵)

الجواب: سبحان اللہ تعالیٰ جناب نیلوی صاحب کا معصومانہ انداز تو ملاحظہ کیجئے کہ اہل السنت والجماعت کا حق و منصور مسلک جو قرآن کریم، احادیث متواترہ حضرات فقہاء کرام اور متکلمین عظام رحمہم اللہ کی تصریحات سے مؤید ہے کہ ارواح کا تعلق قبور میں اجساد عنصریہ سے ہے اور ارواح قبور میں انہی کی طرف لوٹائی جاتی ہیں۔ چھوڑ کر بلاوجہ سلف و خلف کا نام لے کر ان کا دامن پکڑنے کی قسم کھائے بیٹھے ہیں اور صحیح و متواتر احادیث کا انکار اور غلط تاویل بلکہ تحریف کر کے دوسروں کو پرویزی ذہن کا طعنہ دیتے ہیں۔ سچ ہے ؎

ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند

اور مزے کی بات یہ ہے کہ نہ تو شرح الصدور کی روایت کی سند اور اس کی صحت و اتصال بیان کرنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں اور نہ ہی حضرت عبداللہ بن مبارک کی بیان کردہ روایت کی ؎

اللہ ری تیری جنبش مژگان ستم کیش　　اک پل میں کئے تو نے دو عالم تہ و بالا

جناب نیلوی صاحب! گزارش ہے کہ جن روایات سے آپ نے سبز رنگ کے پرندوں اور اجساد مثالیہ کا اثبات کیا ہے۔ ان سے آپ کو کیا فائدہ؟ آپ کا فائدہ تو جب ہے کہ ارواح کا اجساد عنصریہ سے کوئی تعلق نہ ہو جس کی وجہ سے قبر میں حیات ثابت ہوتی ہے اور یہی حیات جناب نیلوی صاحب کی موت ہے اور قبر میں ثواب و عذاب اجساد مثالیہ سے متعلق ہو۔ جب کہ احادیث صحیحہ متواترہ اور اہل السنت والجماعت کے نزدیک ارواح کا تعلق ابدان عنصریہ سے قائم ہے تو سبز رنگ کے پرندے اور اجساد مثالیہ ارواح کے لئے صرف مرکب اور سواری ہی ہو سکتے ہیں جو قبر سے باہر کا معاملہ ہے۔ جیسا کہ ہوائی جہاز یا ریل اور موٹر وغیرہ کے اندر سیٹوں پر بیٹھ کر لوگ سفر کرتے ہیں یا گھوڑے وغیرہ کے اوپر سوار ہو کر چلتے پھرتے ہیں۔ خود آپ نے (ص۱۱) میں نقل کیا ہے۔

"لفظ فی فی جوف طیر خضر بمعنی علی فیکون الارواح علی اجواف طیر خضر" کہ فی بمعنی علیٰ ہے یعنی ارواح سبز رنگ کے طیاروں کے پیٹوں (یعنی گدوں اور سیٹوں) پر (سوار ہو کر سیر کرتی ہیں)

لیکن یہ تعلق تدبیر بدن کا نہیں کہ ارواح ابدان مثالیہ میں تدبیر کرتی ہوں۔ بلکہ محض سواری و مرکب کا ہے۔ غرضیکہ ابدان عنصریہ کے ساتھ ارواح کا تعلق ماننے سے کوئی خلاص اور چھٹکارا نہیں ؎

پا بہ گل سب ہیں رہائی کی کرے تدبیر کون؟ دست بستہ شہر میں کھولے میری زنجیر کون؟

جناب نیلوی صاحب کی بوکھلاہٹ

جناب نیلوی صاحب نے تسکین الصدور اور سماع الموتی وغیرہ کے مضبوط، قوی، صریح اور واضح دلائل اور براہین سے بالکل کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے اور لاجواب و قاصر ہو کر اپنی خفت مٹانے کے لئے اب حربہ یہ اختیار کیا ہے کہ کہیں راقم اثیم کی کتابوں میں تعارض و تضاد ثابت کرنے کی بے جا کاوش کی ہے اور کہیں یہ الزام عائد کیا ہے کہ فلاں راوی کے بارے یہ جرحی کلمہ چھوڑ دیا ہے اور کہیں یہ کہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ پر احسن الکلام میں سخت جرح کی ہے اور پھر تسکین الصدور میں اس سے استدلال کیا ہے اور کہیں یہ کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی احسن الکلام میں توثیق و تعریف کی ہے۔ مگر سماع الموتی میں اس کو قدری اور بدعتی کہا ہے اور کہیں یہ کہ اپنی بعض کتابوں میں کتب حدیث کے طبقہ ثالثہ کو مسترد کیا ہے اور دوسرے کتابوں میں خود ہی اس طبقہ کی روایات سے استدلال ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

غرضیکہ بجائے تسکین الصدور اور سماع الموتی وغیرہ کتابوں میں نقل کردہ ٹھوس دلائل کے صحیح اور معقول جوابات دینے کے راقم اثیم اور راقم کی کتابوں پر بے اعتمادی پیدا کرنے کے لئے سطحی اور جذباتی قسم کے حواریوں کے جذبات کو یوں ابھارا ہے کہ اس کی کتابوں میں تعارض و تضاد ہے۔ کہیں کچھ لکھتا ہے اور کہیں کچھ۔ لہٰذا وہ اور اس کی کتابیں قابل اعتبار نہیں۔ لیکن بحمد اللہ تعالیٰ دنیا میں فہم و بصیرت والے بھی موجود ہیں۔ وہ خود ہی فریقین کی کتابوں کا موازنہ کر کے کھری اور کھوٹی بات کی تمیز کر سکتے ہیں۔ ہمیں کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں ؎

عطر آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

اور اب تو راقم اثیم اور اس کی کتابوں کی مفروض اغلاط کو اشتہارات کے ذریعہ ان کے حواریوں نے ملک کے کونے کونے میں پہنچانے کی سعی کی ہے اور اس خدمت دین میں وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں اور ایک دوسرے پر بازی لے جانے کے ہمہ وقت خواہاں ہیں۔ اچھا کرتے ہیں ؎

حسینوں کی وفا کیسی جفا کیا جو دل آیا تو پھر اچھا برا کیا

ان شاء اللہ العزیز! زندگی رہی تو آئندہ حصص میں جناب نیلوی صاحب کے قائم کردہ تضادات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔ فی الحال ایک تضاد ملاحظہ کیجئے۔

جناب نیلوی صاحب کا مفروض تعارض

جناب نیلوی صاحب نے اپنے جذباتی حواریوں کو تسکین الصدور وغیرہ راقم اثیم کی کتابوں سے بزعم خویش تعارض اور تضاد بھی کشید کر کے بتائے ہیں۔ تاکہ بداعتمادی پیدا کی جا سکے۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

مگر محترم کا دو رخہ کلام ملاحظہ ہو۔

تعارض: محترم جناب مولانا صاحب نے (تسکین الصدور طبع اوّل ص۸۱) میں خود تحریر فرمایا ہے کہ زندہ سے مراد اس مقام پر وہ زندہ نہیں جس میں روح داخل ہو اور اس سے اختیاری طور پر افعال سرزد ہوں۔ مگر (ص ۶۴) میں اس کے خلاف لکھ دیا کہ فرشتوں کو جواب دینا ایک اختیاری فعل ہے اور بدون روح کے اس کا تصور نہیں ہوسکتا۔ اب معلوم نہیں پہلی بات صحیح ہے یا پچھلی۔" (الکتاب المسطور ج۱ ص ۵۰۴)

الجواب: جناب نیلوی صاحب کا یہ بیان بھی دیگر مضامین کی طرح خالص مجذوبانہ ہے۔ اس لئے کہ (ص۸۱) کی پوری عبارت یہ ہے۔ (پہلے عبدالحکیم علی الخیالی کا حوالہ ہے۔ پھر لکھا ہے کہ) مولانا سیالکوٹی نے بھی وہی کچھ ارشاد فرمایا جو دیگر علماء عقائد اور متکلمین رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ عذاب اور آرام کا تعلق تو بدن مادی اور عنصری کے ساتھ ہے اور وہ بھی حیات کے بعد نہ بایں طور کہ وہ جماد کا جماد رہے اور اس میں سرے سے حیات ہی نہ ہو۔ ہاں! یہ بات جدا ہے کہ زندہ سے اس مقام پر وہ زندہ مراد نہیں۔ جس میں سو فیصدی روح داخل ہو اور اس سے اختیاری طور پر افعال صادر ہوں کہ دوسرے لوگ بھی اس کا احساس کرسکیں۔ جیسا کہ دنیا میں تھا یا قیامت کو ہوگا بلکہ زندہ سے اس مقام پر وہ زندہ مراد ہے جس میں ایسا ادراک و شعور پیدا کردیا جائے جس سے اس کو عذاب و آرام اور الم و لذت کا ادراک اور احساس ہوسکے۔ جب یہ کیفیت اس میں متحقق ہوجائے تو وہ زندہ کہلائے گا نہ کہ جماد۔"

قارئین کرام! اس عبارت کو بھی بغور پڑھیں اور پھر (ص ۶۴) میں (شرح فقہ اکبر ص۱۲۱) کی عبارت کا ترجمہ اور اس کی تشریح بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (حضرت ملّا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں) تو جان لے کہ اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کے اندر ایک گونہ زندگی پیدا کردیتا ہے جس سے وہ تکلیف اور لذت محسوس کرتا ہے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کیا روح اس کی طرف لوٹائی جاتی ہے؟ امام صاحب سے اس سلسلہ میں توقف نقل کیا گیا۔ لیکن ان کا کلام اس جگہ اعادۂ روح پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ فرشتوں کو جواب دینا ایک اختیاری فعل ہے اور بدون روح کے اس کا تصور نہیں ہوسکتا۔ (شرح فقہ اکبر)

اعادۂ روح کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ روح کا تعلق بکمالہ جسم سے ہو۔ جیسا کہ دنیا میں تھا یا آخرت میں ہوگا۔ اس میں اختلاف ہے۔ اگر حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے توقف کا قول کسی معتبر طریقہ سے ثابت ہے تو اس سے یہی پہلی صورت مراد ہوگی اور پہلے امام نووی رحمہ اللہ کے حوالہ سے عرض کیا جاچکا ہے کہ حق یہ ہے کہ قبر میں اعادۂ روح کی یہ صورت نہیں ہوتی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اعادۂ روح سے فی الجملہ تعلق مراد ہو۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی صریح عبارات کے حوالہ سے یہ بات نقل کی جاچکی ہے اور یہ اعادہ صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

انصاف سے فرمائیں کہ ان مفصل عبارات میں کیا تعارض ہے؟ کیونکہ فرشتوں کو جواب دینا ایک اختیاری فعل ہے اور بدون روح اس کا تصور نہیں ہوسکتا۔ اس میں اس اختیاری فعل کا اثبات ہے جس کے ذریعہ مقبور فرشتوں کو جواب دے سکے اور (ص۸۱) کی عبارت میں ہے: اس مقام پر وہ زندہ مراد نہیں جس میں سو فیصدی روح داخل ہو اور اس سے اختیاری طور پر افعال صادر ہوں کہ دوسرے لوگ بھی اس کا احساس کرسکیں۔ جیسا کہ دنیا میں تھا یا قیامت کو ہوگا۔ اس مفصل عبارت میں ایسے افعال اختیاریہ کی نفی ہے، جنہیں لوگ دیکھ سکیں اور ان کا احساس کرسکیں۔ صد افسوس ہے کہ جناب نیلوی صاحب کو لفظ تعارض و تضاد تو آتا ہے مگر اس کی حقیقت اور معنی سے بالکل

بے خبر ہیں اور حیرت ہے کہ اس محقق اور خادم قرآن کو اردو عبارات سمجھنے کی اہلیت اور سلیقہ بھی حاصل نہیں۔ لیکن بے سوچے سمجھے الزام عائد کرنے کا شوق ضرور ہے ؎

ستم کی رسمیں بہت تھیں لیکن نہ تھی تری انجمن سے پہلے سزا خطائے نظر سے پہلے، عتاب جرم سخن سے پہلے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از گزارش ہے کہ آنجناب کی علمی خدمات اور فرق باطلہ کے خلاف محققانہ وعالمانہ تصنیفات امت مسلمہ پر عموماً اور مسلک علماء دیوبند سے تعلق رکھنے والوں پر خصوصاً احسان عظیم ہے۔ مگر بعض حضرات نے آنجناب کی تصنیفات میں تعارض وتضاد ثابت کیا ہے۔ اس لئے آنجناب سے وضاحت مطلوب ہے کہ اگر واقعتاً تضاد ہے تو اس کی اصلاح کی درخواست ہے اور اگر تضاد نہیں بلکہ محض تعصب کی بناء پر تضاد ثابت کیا گیا ہے تو علمی انداز میں اس کا جواب عنایت فرما دیں۔ تاکہ فرق باطلہ کا منہ بند کیا جا سکے۔ تضادات واعتراضات حسب ذیل ہیں۔

۱...... (احسن الکلام ج ۱ ص ۹۱ تا ۹۳) پر تفصیلاً لکھا ہے کہ مستور کی روایت حجت نہیں اور (تسکین الصدور ص ۳۱۸) میں مستور کی روایت سے حجت پکڑی ہے۔

۲...... (احسن الکلام ج ۲ ص ۷۰ تا ۷۳) میں ہے کہ محمد بن اسحاق کذاب اور دجال ہے۔ مگر (تسکین الصدور ص ۳۲۹) میں مستدرک حاکم والی روایت سے حجت پکڑی ہے جس میں محمد بن اسحاق ہے۔

۳...... تسکین الصدور میں ایک راوی کی ثقاہت نقل کر کے جرح والا کلمہ چھوڑ دیا ہے اور فتح الباری سے اپنے مقصد کی عبارت نقل کر دی۔

۴...... احسن الکلام میں ایک راوی کا نام عثمان بن عمر کے بجائے عمر بن عثمان بنا دیا ہے۔

۵...... قتادہ کو احسن الکلام میں احد التابعین واعلام الاسلام بتایا ہے اور (سماع موتی ص ۲۱۲) میں بدعتی ثابت کیا ہے۔

۶...... (راہ سنت ص ۱۷۳) میں لکھا ہے کہ طبقہ ثالثہ کی روایات کو محدثین قبول نہیں کرتے اور خود من صلی علی عند قبری طبقہ ثالثہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ العارض: محمد نعیم اللہ خادم مدرسہ اشرف العلوم باغبانپورہ گوجرانوالہ

۸ / مارچ ۱۹۸۶ء بمطابق ۲۶ / جمادی الثانی ۱۴۰۶ھ

باسمہ سبحانہ! من ابی الزاہد

الی محترم المقام جناب مولانا مفتی محمد نعیم اللہ صاحب دام مجدہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج سامی!

آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا۔ یاد آوری، کرم فرمائی، حسن ظنی اور ذرہ نوازی کا صمیم قلب سے ہزار شکریہ ورنہ من آنم کہ من دانم! محترم راقم اثیم کی تصنیفات کے بارے آپ نے اور پاک وہند کے دیگر اکابر علماء کرام نے جو رائے ظاہر فرمائی ہے۔ خدا تعالیٰ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ لیکن اس میں راقم اثیم کا کوئی کمال نہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور آپ جیسے مخلص بزرگوں اور ساتھیوں کے نیک دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ محترم! لایعنی اعتراضات سے اسلام کا کون سا ذخیرہ

محفوظ رہا ہے؟ کیا دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب قرآن کریم پر اعتراضات کے لئے وقف نہیں ہے؟[1] اور کیا منکرین حدیث نے صحاح ستہ کی احادیث پر کند چھری نہیں چلائی؟ اور کیا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رافضیوں نے مطاعن و مثالب کی معنوی بارش نہیں برسائی؟ اور کیا حضرات ائمہ فقہ، منکرین فقہ کے تیروں سے محفوظ ہیں؟ محترم! نرے اعتراضات سے اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالنے اور عوام الناس کو مغالطہ دینے سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے عقل کی کسوٹی اسی لئے عطاء فرمائی ہے کہ صحیح و غلط اور حق و باطل کی پرکھ ہو سکے۔ محترم! نقل کردہ اعتراضات خالص مغالطے اور محض بے جان ہیں۔ اختصاراً ہم بحول اللہ تعالیٰ وقوتہ جوابات عرض کرتے ہیں۔

۱...... احسن الکلام میں مستور کی روایت کے حجت نہ ہونے کی بحث اپنے مقام اور موقع پر بالکل درست ہے اور (تسکین الصدور ص ۳۱۸) میں جس راوی سے ہم نے استدلال کیا ہے وہ ہماری تحقیق میں مستور و مجہول نہیں بلکہ ہم نے اصول حدیث کے ضابطہ سے اسے معروف ثابت کیا ہے اور باحوالہ لکھا ہے کہ وہ معروف ہے۔ ملاحظہ ہو (تسکین الصدور ص ۳۱۸) اور پھر ہم نے (ص ۳۲۰) میں لکھا ہے کہ: اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ اور معروف ہیں اور محدثین کی خاصی جماعت اس حدیث کو صحیح مانتی اور کہتی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابوالشیخ کی مذکور سند کے بارے فرماتے ہیں۔ بسند جید! (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲)

علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وسندہ جید (القول البدیع ص ۱۱۶) حضرت ملا علی القاری بھی اس کو بسند جید فرماتے ہیں۔ (مرقات ج ۱ ص ۱۰) نواب صدیق حسن خان بھی فرماتے ہیں۔ اسنادہ جید (دلیل الطالب ص ۸۴۴) مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ بھی اس کو بسند جید فرماتے ہیں۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰) ان اکابر محدثین رحمہم اللہ نے (جن میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جن کی تقریب اور تہذیب التہذیب پر آج رواۃ کی توثیق و تضعیف پر مدار ہے) بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔

محترم! راقم اثیم کی اس اصولی اور باحوالہ بحث کے بعد راقم پر یہ الزام کہ مستور کی روایت سے استدلال کر رہا ہے۔ انصاف و دیانت کا چوراہے میں خون بہانا ہے۔ اگر کسی مجذوب کی اپنی ذاتی اور اختراعی تحقیق یہ ہو کہ وہ ان محدثین کرام پر اعتماد نہیں کرتا اور راوی کو مجہول سمجھتا اور کہتا ہے تو اس سے راقم اثیم کی عبارات میں تضاد کیسے ثابت ہوا؟ راقم تو باحوالہ اور اصرار سے اسے معروف کہتا ہے۔ معہذا اگر کسی کو شبہ پڑتا ہے تو ہم ان شاء اللہ! اس کی دل جوئی کے لئے اس کو حذف کر دیں گے۔

۲...... محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کے بارے معترض نے صرف لاتقربوا الصلوٰۃ کا جملہ ہی پیش نظر رکھ کر اعتراض جڑ دیا ہے۔ سیاق و سباق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ ذیل کے امور کو ملحوظ رکھیں۔ (۱) ہم نے احسن الکلام کے سبب تالیف میں یہ حوالے نقل کئے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۲۳ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ اس

[1] شاید جناب نیلوی صاحب وغیرہ حضرات نے شیعہ کے ایک بڑے عالم، محدث، مؤرخ اور مجتہد علامہ نوری طبرسی کی کتاب "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے بزعم خویش دو ہزار سے زیادہ (خود ساختہ تراشیدہ اور موضوع) روایات سے جن کو انہوں نے متواتر اور مستفیض کا درجہ دیا ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کمی بیشی، تغیر و تبدل اور تحریف ثابت کی ہے اور اس پر بغیر اپنے چار علماء کے تمام متقدمین اور متاخرین شیعہ علماء کا اتفاق و اجماع نقل کیا ہے مصنف جمادی الاخری ۱۲۹۲ھ اس کی تالیف سے فارغ ہوا ہے۔

زمانے میں بعض مدعیان عمل بالحدیث نے یہ غوغا مچایا کہ حنفیہ مفسدین صلوٰۃ اور بے نماز ہیں۔ (ہدایۃ المہدی ص ۲) حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ بالخصوص قسم کھا کر کہے کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی۔ ان کی بیبیوں سے غیر مقلدین کو بلا طلاق نکاح جائز ہے۔ (تنقیح العقیدہ ص ۳۵)

ایک غیر مقلد مگر منصف مزاج عالم ایسے ہی ایک غالی اور بے باک مفتی کا حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ اوّل تحریر ایک ہمارے ہی علماء اہل حدیث کی پرچہ تنظیم میں طبع ہوئی تھی۔ جس میں مولانا موصوف نے مدرک رکوع کے اعتقاد والوں کو مخلد فی النار تک کا حکم صادر فرما دیا تھا۔ نتیجہ اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی نماز نہیں جس کی نماز نہیں وہ بے نماز ہے۔ بے نماز کافر ہے اور وہ مخلد فی النار ہے۔ (ملخصہ اتمام الرکوع فی ادراک الرکوع ص ا طبع کردہ نمبر رسالہ صحیفہ اہل حدیث دہلی، احسن الکلام طبع سوم ج ا ص ۵۵) اور اب (فصل الخطاب ص ا جدید ایڈیشن) میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے، بے کار ہے اور باطل ہے۔ ملخصہ! (احسن الکلام ج ا ص ۵۷ طبع سوم)

محترم! ان غالیوں کے پاس مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لئے صریح روایت صرف اور صرف محمد بن اسحاق کی ہے۔ گویا یہ روایت ان کے نزدیک اوّل درجہ میں ان کی دلیل ہے اور اسی پر ان کے استدلال کا مدار ہے۔ اس لئے راقم الحروف نے بھی کتب اسماء الرجال سے ابن اسحاق پر کڑی جرح نقل کی ہے جو (احسن الکلام ج ۲ ص ۸۷ تا ۸۲) میں پھیلی ہوئی ہے۔ چونکہ غیر مقلدین حضرات کا دعویٰ انتہائی سنگین ہے۔ اس لئے یہ جرح نقل کی گئی ہے۔ غیر مقلدین حضرات کے بالکل ناروا غلو آمیز اور نہایت ہی باطل دعویٰ کے پیش نظر محمد بن اسحاق پر یہ سخت جرح باحوالہ کتب اسماء الرجال نقل کی گئی ہے۔ مگر بایں ہمہ (احسن الکلام ج ۲ ص ۸۳) میں یہ بھی ہے کہ مؤلف خیر الکلام نے جن بعض ائمہ کی بسلسلہ ابن اسحاق توثیق نقل کی ہے تو وہ مسلم ہے مگر وہ صرف تاریخ مغازی وغیرہ کے بارے میں نہ کہ صفات اللہ، حلال وحرام، احکام وسنن کے بارے میں اور مغازی میں وہ ثقہ بھی ہیں اور امام بھی۔ اس میں نزاع نہیں ہے۔

پھر آگے غیر مقلدین حضرات کے اس سوال کا کہ: "علماء احناف نے بھی محمد بن اسحاق کی روایات کو معتبر سمجھا ہے۔ یہ جواب دیا ہے کہ کیا احناف نے محمد بن اسحاق کی روایت کو نص قرآنی اور صحیح احادیث کے خلاف حجت سمجھا ہے۔ اگر احناف نے اس کی روایت کو کسی موقع پر بطور حجت بھی پیش کیا ہو تو یقین جانئے کہ تمام روئے زمین کے غیر مقلدین کو للکارا اور کھلا چیلنج بھی ہرگز نہ کیا ہوگا اور نہ حلفیہ طور پر ان کو بے عمل کہا ہوگا؟ انصاف شرط ہے۔" (احسن الکلام ج ۲ ص ۶۶)

اہل علم ان عبارات کا مفہوم بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ (۳) ہم نے (تسکین الصدور ص ۳۲۹) میں محمد بن اسحاق کی جو روایت پیش کی ہے وہ ساتویں دلیل ہے۔ جب کہ چھ دلیلیں اس کے علاوہ ہیں جن میں محمد بن اسحاق نہیں۔ اگر یہ روایت نہ بھی ہو تو ہمارا دعویٰ باقی چھ دلیلوں سے ثابت ہے۔ ان کی روایت پر ہمارا دعویٰ موقوف نہیں۔ جب کہ غیر مقلدین کا دعویٰ خلف الامام اور سورۃ فاتحہ کی قید کے ساتھ ابن اسحاق ہی کی روایت پر موقوف ہے اور ان کی یہ حدیث ان کی نمبر ایک دلیل ہے۔ علاوہ ازیں ساتویں دلیل میں باحوالہ دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک وہ ہے جس میں ابن اسحاق ہے اور دوسری (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱) کے حوالہ سے یہ روایت ہے۔ "ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لا جیبنه، رواه ابو یعلیٰ ورجاله رجال الصحیح (آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر البتہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے پکار کر کہیں۔ اے محمد ﷺ! تو میں ضرور ان کا جواب دوں گا اور اس

روایت کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں جن میں محمد بن اسحاق نہیں تو معترض کا دیانۃً یہ اخلاقی اور علمی فریضہ تھا کہ وہ اس صحیح روایت کا بھی حوالہ دیتے ہیں جس سے اہل علم یہ سمجھتے کہ استدلال کا مدار محمد بن اسحاق کی روایت پر نہیں بلکہ وہ صرف شاہد و تائید ہے۔ دونوں حدیثیں مل کر ساتویں دلیل بنتی ہے۔ ہاں! البتہ یہ غلطی ضرور ہوئی ہے کہ اگر دوسری روایت کو پہلے نقل کر دیا جاتا اور ابن اسحاق کی روایت کو بعد نقل کر دیا جاتا تو شاید کسی مجذوب کو اعتراض کو جرأت نہ ہوتی۔ اب ان شاء اللہ العزیز! طبع جدید میں اس کی بھی اصلاح کر دی جائے گی اور نیز (الدر المنثور ج ۲ ص ۲۴۵) کے بجائے (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰) غلط چھپ گیا ہے اور اب ان شاء اللہ العزیز! اس کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔

غرضیکہ معترض نے ان تمام حقائق سے آنکھیں بند کر کے ابن اسحاق کی روایت کے بارے اعتراض کیا ہے۔

۳...... جب جمہور محدثین کرام اور ائمہ جرح و تعدیل کسی راوی کو ثقہ کہیں اور ان میں کوئی اکیلے دوکیلے اس راوی پر جرح کا کلمہ بولیں تو اس سے وہ راوی مجروح نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ الحق مع الجمہور تو ایسے جرحی کلمہ کے چھوڑنے سے راوی پر یا اس کی روایت پر کیا زد پڑتی ہے۔ اگر فتح الباری سے اپنے مطلب کی عبارت نقل کی ہے تو کیا جرم کیا ہے۔ تمام مصنفین دوسری کی کتابوں سے صرف اپنے مطلب کے حوالے ہی نقل کیا کرتے ہیں۔ سب عبارتیں اور ساری کتابیں کون نقل کیا کرتا ہے اور کس نے نقل کی ہیں؟ ہاں! مصنف کی مراد کے خلاف عبارت اور حوالہ نقل کر دینا! اور مغالطہ دینا اصول تصنیف کے خلاف ہے۔ مگر اس کا واضح ثبوت درکار ہے کہ ایسا ہوا ہے محض کسی کی فہم حجت نہیں۔

۴...... ذہن میں نہیں آیا کہ احسن الکلام میں عثمان بن عمر راوی کا ذکر کہاں ہے؟ اگر وہ مقلوب ہو گیا ہے تو نہ تو راقم اثیم معصوم ہے اور نہ کاتب۔ غلطی ہوئی تو ان شاء اللہ العزیز! ضرور اصلاح کر لی جائے گی اور کتب حدیث کی اسانید میں مقلوب کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ والعصمة بید اللہ تعالیٰ!

۵...... قتادہ رحمہ اللہ کو احسن الکلام میں ثقہ اور احد علماء التابعین والائمۃ العالمین وغیرہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ بجا ہے کہ روایت میں ثقہ ہے اور (ساع الموتی ص ۲۱۲) میں لکھا ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ وہ برملا اپنا ردی عقیدہ بیان کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہوتی ہے۔ مگر گناہ اس کی تقدیر سے نہیں ہوتے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۱۶، ۱۱۷)

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعیدان کو چوٹی کا (بدعتی) قدری کہتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۳)

محترم! جس راوی کو امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان، علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر ردی عقیدہ والا اور چوٹی کا قدری (بدعتی) بتائیں تو ہم انہیں کیسے سنی سمجھ سکتے ہیں؟ فیصلہ آپ خود کر لیں۔ البتہ معترض اصول حدیث کا ایک واضح ضابطہ نہیں سمجھے۔ وہ یہ ہے کہ بدعت غیر مکفرہ کے مرتکب راوی اگر ثقہ ہوں تو ان کی روایت حجت ہے۔ جب کہ وہ بدعت کا داعیہ نہ ہو اور وہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس بدعت کے عقیدہ کا اہل السنت میں سے کوئی قائل نہ ہو اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے اصول حدیث کی کتاب (تدریب الراوی ص ۲۱۹، ۲۲۰) میں متعدد بدعتیوں کے نام ذکر کیے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ: ''فهولاء المبتدعة ممن اخرج لهم الشيخان او احدهما'' یہ وہ بدعتی راوی ہیں جن کی روایتیں بخاری اور مسلم دونوں یا ان میں سے ایک میں موجود ہیں۔

۶...... راہ سنت اور دیگر بعض کتابوں میں ہم نے طبقہ ثالثہ کی کتابوں کے بارے جو لکھا ہے، افسوس ہے کہ معترض نے اس میں بھی قطع و برید کی ہے۔ مثلاً ہم نے (گلدستہ توحید ص ۱۵۶) میں لکھا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتابیں

طبقہ ثالثہ میں ہیں۔ (عجالہ ص ۷) اور اس طبقہ کا حکم یہ ہے اور اکثر آں احادیث معمول بہ نزد فقہاء نہ شدہ اند بلکہ اجماع برخلاف آں منعقد گشتہ۔ (عجالہ ص ۷) لہٰذا قرآن کریم کی سابقہ آیات اور عقیدہ میں اس کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ یہ حدیث صحیح بھی ہو اور ظن غالب بھی یہی ہے کہ یہ سنداً صحیح ہے۔ مگر بحث باب عقائد کی ہے۔''

محترم! غور فرمائیں کہ طبقہ ثالثہ کی روایات کے رد کے متعلق چار وجوہ یہاں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) قرآن کریم کے مقابلہ میں وہ حجت نہیں۔ (۲) باب عقیدہ میں خبر واحد صحیح معتبر نہیں۔ (۳) حضرات فقہاء کرام ؒ کے ہاں اس طبقہ کی اکثر (نہ کہ کل) احادیث معمول بہا نہیں۔ (۴) بلکہ ان کے خلاف اجماع منعقد ہے اور ہم نے اس طبقہ کی جس روایت سے استدلال کیا ہے اس سے مذکورہ خرابیوں میں سے کوئی بھی لازم نہیں آتی۔ اوّلاً تو اس لئے تمام حضرات فقہاء کرام ؒ عند القبر صلوٰۃ والسلام کے قائل ہیں۔ ان میں کوئی منکر نہیں۔ ثانیاً: اس پر اجماع و اتفاق واقع ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ؒ فرماتے ہیں۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۰، طبع جید برقی پریس دہلی)

اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی ؒ تحریر فرماتے ہیں: ''کیونکہ روضۂ مبارک پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلا واسطہ حضور ﷺ پر پیش ہوتا ہے اور آپ اس کو سنتے اور جواب دیتے ہیں۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۱۰)

بلکہ اس مسئلہ پر اتفاق و اجماع کا اقرار جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بزرگوں کو بھی ہے۔ چنانچہ (ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء ص ۱۸، ۱۹) میں ہے۔ باقی رہا آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں دوسرے فریق (جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ) کے اس بارے مسلک کی صراحت موجود ہے۔ البتہ اس فریق کے بعض حضرات جن میں سے حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الاخرق العادۃ!

محترم! پوری امت میں از شرق یا غرب از شمال تا جنوب پہلے شخص جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب ہیں جو عند القبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے منکر ہیں۔ غرضیکہ ہم نے طبقہ ثالثہ کی روایت جو حضرات محدثین کرام ؒ کے نزدیک جید اور صحیح ہے۔ اس مسئلہ میں پیش کی ہے جس پر امت کا اجماع و اتفاق ہے اور ظاہر امر ہے کہ امت مرحومہ کا اتفاق و اجماع قرآن کریم اور صحیح حدیث کے خلاف کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اور طبقہ ثالثہ کی روایت سے ہم نے استدلال کا وہاں انکار کیا ہے۔ جہاں نصوص قرآنیہ اور عقائد سے تصادم ہو اور اجماع فقہاء اس کے خلاف ہو اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر کوئی جاہل یا متعصب اس واضح فرق کو نظر انداز کرتا ہے تو بتلائے کہ ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے؟ ہم نے اختصاراً جوابات عرض کر دیئے ہیں۔ وفیہا کفایۃ!

حاضرین مجلس سے سلام مسنون ارشاد فرمائیں اور نیک دعاؤں میں نہ بھولیں۔ بفضلہ تعالیٰ دعاء جو بھی دعا گو ہے۔ والسلام!

احقر: ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر

خطیب جامع مسجد گکھڑ و صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۳۰ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۲ رمارچ ۱۹۸۶ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

۱۹۳۴ء تا ۲۰۱۹ء



مکمل سیٹ دس جلدیں

ترتیب وتحقیق

شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت